مسلسل اشاعت کے ترپن سال

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

28-627/ صفر، ربیع الاول ۱۴۳۹ھ نومبر، دسمبر ۲۰۱۷ء

بیاد

شیخ الحدیث

مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست اعلیٰ مولانا سمیع الحق

مدیر اعلیٰ مولانا راشد الحق سمیع

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِی الْاُمِّیِ وَ عَلیٰ اٰلِهٖ وَسَلِّم تَسلِیمَا

جلد نمبر 53
شمارہ نمبر 2-3
صفر، ربیع الاول ۱۴۳۹ھ
نومبر، دسمبر 2017

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز: امریکہ اور اسرائیل کا یروشلم پر قبضے کی مذموم کوشش .... راشد الحق سمیع ۲
- عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات .... مولانا عرفان الحق حقانی ۴
- حضور اقدسؐ کی دین متین کی خاطر قربانیاں ...... شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق ۱۵
- ارض فلسطین: پنجہ یہود میں جکڑی مقدس سرزمین .... پروفیسر محمد عاصم حفیظ ۱۹
- علمِ اُصولِ حدیث میں علماء احناف کی تالیفات وتصنیفات .... مولانا نور محمد ثاقب ۲۹
- بعثتِ خاتم النبیین کا اعجاز وافتخار .... مولانا فرید احمد نعمانی ۳۸
- ہماری قومی سلامتی کو لاحق خطرات .... جنرل مرزا اسلم بیگ ۴۳
- اسلام کا معاشی انقلاب .... مولانا محمد اللہ قاسمی ۴۸
- سرسید احمد خانؒ کا نظریۂ تعلیم .... ڈاکٹر عتیق الرحمن قاسمی ۵۴
- تبلیغی جماعت کا بحران اور اکابر کا لائحہ عمل .... محمد اسرار مدنی ۵۹
- مسلمان کی تعریف اور تکفیر کی حرمت .... مولانا جہانگیر حقانی ۶۳
- دارالعلوم کے شب و روز .... مولانا حامد الحق حقانی ۶۶
- تعارف وتبصرہ کتب .... ادارہ ۶۹

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔
فون نمبر: +92 923 -630435
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
فیکس نمبر: +92 923 -630922
فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/30 روپے۔ سالانہ -/350 روپے۔ بیرون ملک 35$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

امریکہ اور اسرائیل کا یروشلم پر قبضے کی مذموم کوشش

اسرائیل اور امریکہ دو ایسے ممالک ہیں جن کی ظالمانہ پالیسیوں اور جارحانہ عزائم کی بدولت آج ساری دنیا جلتی دوزخ کا منظر پیش کررہی ہے۔ دن بدن ان کے اسلام کے خلاف منفی اقدامات اور ظالمانہ ہتھکنڈے آشکارا ہوتے جارہے ہیں۔ اسرائیل جس کا وجود ہی ناجائز تھا، ہے اور رہے گا۔ برطانوی استعمار کی چھتری کے نیچے اس کی پیدائش اور پرورش ہوئی۔ اس کے عزائم اور نظریات ابتدا ہی سے استعماریت اور ناجائز تسلط پر مبنی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ عالمی دہشت گرد استعماری قوتوں نے اس کو خوب پنپنے اور پھولنے دیا۔ پھر امریکی حکومت نے تو اس کی اندھی تائید و حمایت کے ریکارڈ ہی توڑ ڈالے اور اس کے ہر منفی اقدام اور ہر طرح کی ظالمانہ کاروائیوں کو ہمیشہ سند جواز مہیا کیا اور اس کے خلاف سلامتی کونسل کی تمام مذمتی قراردادوں کو ڈنکے کی چوٹ سے ویٹو قرار دیا۔ اسی طرح اسرائیل نے فلسطینیوں کے گھر مسمار کرنے کی بھی تحریک شروع کررکھی ہے، اور آئے روز کسی نہ کسی معصوم کے نشیمن بزور طاقت و شمشیر تہس نہس کئے جارہے ہیں۔ اس کے علاوہ بے گناہ شہریوں کا خون بہانا تو اس کا روزانہ کا معمول ہے۔ جس کو دیکھ دیکھ کر اب مسلمانوں کی آنکھ میں نہ تو نمی آتی ہے اور نہ دل میں کوئی چنگاری و حرارت بھڑکتی ہے۔

لیکن اب صورتحال مزید خطرناک اور تشویشناک ہوگئی ہے، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شرانگیز اور نفرت انگیز مہم کے علمبردار امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے امریکی سفارت خانے کو تل ابیب سے یروشلم منتقل کرنے کا فیصلہ اعلان کیا۔ ڈونلڈ ٹرمپ کا یہ اعلان تمام بین الاقوامی معاہدات، قوانین اور اصولوں کے منافی ہے۔ مسلمان کیا غیر مسلم ممالک جو کہ اسرائیل کے ناجائز وجود کو بطور ریاست تسلیم کرچکے ہیں، وہ بھی اس اقدام کی حمایت نہیں کرپارہے۔ کیونکہ برطانیہ اور اقوام متحدہ کی سرپرستی میں جب اسرائیل کا قیام عمل میں لایا گیا تو یہ ایک مسلمہ فیصلے کے تحت یہ تسلیم کیا گیا کہ یروشلم اسرائیل کا حصہ نہیں ہوگا۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی نئی قرارداد نمبر ۱۸۱ کے تحت بتاریخ ۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو یروشلم کی حیثیت کو متعین کرتے ہوئے واضح کیا کہ یہ شہر کسی ایک ریاست کا حصہ نہیں ہوگا، اس کی الگ اور جداگانہ حیثیت ہے، اقوام متحدہ کے مطابق اس شہر کی مذہبی حیثیت تینوں مذاہب کے لئے اہم اور محترم ہے۔ یہی بات یواین جنرل اسمبلی میں ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو قرارداد نمبر ۱۹۴ میں بھی کہی۔ اسرائیل نے ۱۹۴۹ء میں مصر، اردن، شام اور

لبنان سے صلح کے معاہدے کئے۔ان معاہدات میں بھی یروشلم کی یہی حیثیت برقرار رکھی گئی۔چنانچہ ایک باضابطہ نظم کے تحت مشرق یروشلم اردن کے پاس چلا گیا،اور مسجد اقصیٰ قبۃ الصخرا مغربی دیوار کنیسہ القیامہ مشرقی یروشلم میں واقع ہے۔ ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اسرائیل نے طاقت کے نشے میں مشرقی یروشلم پر قبضہ کرلیا، جسے دنیا سمیت اقوام متحدہ نے آج تک تسلیم نہیں کیا۔اور اسے "مقبوضہ فلسطین" کا نام دیا گیا۔

۱۹۸۰ء میں اسرائیل نے ایک بار پھر سنگدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اقوام متحدہ کی قراردادوں کو روندتے ہوئے یروشلم کو دارالحکومت بنانے کا اعلان کیا۔اس وقت او آئی سی اور اسلامی دنیا نے احتجاج کرتے ہوئے اس عمل کو روکوادیا۔

۲۰۰۴ء میں عالمی عدالت انصاف یہ فیصلہ دے چکی ہے کہ یروشلم اسرائیل کا حصہ نہیں۔اسی طرح یروشلم کے معتبر ترین مسیحائی رہنماؤں نے بھی ڈونلڈ ٹرمپ کو ایک احتجاجی خط لکھا ہے،اور ان کو دھمکی دی ہے کہ سفارتخانہ یروشلم منتقل کرکے آپ ناقابل تلافی نقصان اٹھائیں گے۔

یہ تھا اس مسئلہ کا قانونی اور بین الاقوامی پس منظر مگر امریکہ جوکہ پوری دنیا میں جمہوریت ،دستور کی بالادستی، بین الاقوامی قوانین اور انسانی حقوق کا نام نہاد علمبردار ہے،تمام زمینی حقائق کو پس پشت ڈالتے ہوئے مسلمانوں اور معصوم فلسطینیوں کے زخموں پر نمک پاشی کررہا ہے۔ یہ سفارتخانے کی تبدیلی کا مسئلہ نہیں بلکہ فلسطینیوں کے سارے علاقے کو اسرائیل کی گود میں ڈالنے والی مہم کا پیش خیمہ ہے۔ جس سے واضح ہوتا جارہا ہے کہ آخر امریکہ اور دیگر مسلم دشمن قوتیں بھی اسرائیل کا ساتھ دینے کیلئے صف بستہ نظر آرہی ہیں لیکن مقابل میں مسلمانوں کی ۳۷ ممالک کا فوجی اتحاد،عرب ممالک ،او آئی سی ،تاحال خاموش تماشائی نظر آرہی ہے،معلوم نہیں کہ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کا سورج کب طلوع ہوگا اور کب صدیوں پر محیط یہ ظلم کی سیاہ رات ڈھلے گی؟ خطہ ارض تو خون مسلم سے سارا لہولہان ہو چکا ہے اور ظالم تو اپنے سارے ہنر اور گُر آزما چکا ہے۔مسلمان حکومتوں کی پابندیوں بے حمیتی اور امریکی غلامی کے باعث عالم اسلام کے تمام غیور مسلمان اپنے فلسطینی بھائیوں کی کچھ بھی مدد نہیں کرسکتے اور نا ہی ان کے شانہ بشانہ یہودیوں کے خلاف جہاد کرسکتے ہیں۔ یہ کس قدر باعث افسوس ہے اور ہم بھی صرف فلسطینیوں کو اپنے ناتواں قلم کی سیاہی، چند بے ربط سطروں اور جلے دل کی قاشوں کے علاوہ کچھ بھی پیش نہیں کرسکتے اور نہ ہی ہماری آہ نارسا میں وہ گرمی اور وہ تب وتاب ہے جو درقبولیت تک پہنچ سکے پھر بھی اے خداوند! یہ دعا ہے کہ تو ہی اپنے مظلوم فلسطینی بندوں کی حمایت اور مدد فرما اور ظالموں سے انہیں خلاصی دے اور عالم اسلام کے بے غیرت و بے حمیت حکمرانوں سے عالم اسلام کو ہمیشہ کے لئے نجات عطا فرما! آمین۔

(قسط ۵۹) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی
استاد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا سمیع الحق مدظلہ کی ذاتی ڈائری

۸۳۔۱۹۸۴ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب وروز اور اسفار کے علاوہ اعزہ واقارب، اہل محلہ وگردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ، اور تاریخی تجزیہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیران ذوق مطالعہ استفادہ کرسکیں۔تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

حرمین شریفین کی زیارت اور عرب امارت میں دو دن

رات ساڑھے سات بجے ہم ارض مقدس کے مطار جدہ پر اترے، ہمارا سرکاری دورہ مصر تک محدود تھا اب ہم واپسی میں اپنے طور پر عمرہ وزیارت مدینہ کی سعادت حاصل کرنا چاہتے تھے مگر سعودی عرب (جو پاکستان کو ہر لحاظ سے اپنا حقیقی بھائی سمجھتا ہے) نے یہاں از خود ہمیں اپنا مہمان بنالیا تھا اور قاہرہ چھوڑنے سے قبل پاکستانی سفیر کے توسط سے ہمیں باقاعدہ اسکی دعوت اور اطلاع بھی دیدی گئی تھی۔ جدہ ائرپورٹ پر پاکستانی سفارت کاروں کے علاوہ سعودی شاہی پروٹوکول کے حضرات بھی موجود تھے جو پہلے ہمیں سیدھے جدہ کے شاہی مہمان خانہ قصر المؤتمرات و الضیافۃ لے گئے جہاں وفد کو ٹھہرایا گیا میں نے قاہرہ سے احرام باندھ لیا تھا جبکہ باقی ساتھیوں کی رائے جدہ سے احرام باندھنے کی ہوئی۔ جب سب ساتھی احرام باندھ چکے تو ہمیں جدہ سے مسجد حرام لے جایا گیا۔ دس ساڑھے دس بجے رات ہم حرم شریف پہنچے، ہجوم نہیں تھا، بڑے اطمینان سے دو ڈھائی گھنٹہ میں طواف اور سعی سے فارغ ہوئے، احرام کھولا، کچھ دیر مزید حرم میں رہے۔ تین

بجے شب جدہ اپنے قیام گاہ واپس پہنچا دئے گئے۔

اللہ کے نیک بندوں کو کبھی خواب میں حرمین کی زیارت ہو جاتی ہے مگر ہم گنہگاروں نے تو گویا جاگتے میں ایک حسین اور مبارک خواب دیکھا کہ رات کے چند گھنٹے کعبۃ اللہ کے سایوں میں گذرے اور جب صبح آنکھ کھلی تو اپنے بستر پر تھے۔ دن کو ساڑھے بارہ بجے کے جہاز سے جدہ سے مدینۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم روانگی ہوئی۔ کوئی گھنٹہ بھر میں مدینہ طیبہ پہنچے، خیال تھا کہ ظہر کی نماز مسجد نبوی میں پڑھیں گے، مگر یہاں بھی سعودی میزبان موجود تھے جو اولاً ہمیں قصر الضیافۃ لے گئے، سامان اپنے اپنے کمرہ میں رکھوایا، وضو کیا اور اب ظہر کی بجائے عصر کی نماز مسجد الرسول میں نصیب ہوئی کہ وہاں ظہر زوال ہوتے ہی پڑھ لی جاتی ہے۔ باقی سارا دن اور رات کا کچھ حصہ جوار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں رہے۔

دوسرا دن یعنی ٦ دسمبر کا سارا دن بھی مدینہ طیبہ میں نصیب ہوا، ظہر تک مشاہد و زیارات پر حاضری ہوئی ظہر سے مغرب تک مسجد نبوی میں قیام رہا۔ مغرب کی نماز پڑھتے ہی باب السلام سے (جہاں پروٹوکول کی گاڑیاں منتظر تھیں) مطار مدینہ طیبہ پہنچے مدینہ طیبہ کے امین العام جو امیر مدینہ کے بعد دوسرے اہم شخص اور مدینہ طیبہ کے میئر ہوتے ہیں الوداع کے لئے موجود تھے۔

رات جدہ ٹھہرے اور سات دسمبر کو دو ڈھائی بجے دبئی روانگی ہوئی، جہاز ظہران ٹھہر کر دبئی پہنچا، تو عرب امارات میں موجود کئی فضلاء، علماء، احباب اور پاکستانی دوستوں کو ائر پورٹ پر چشم براہ پایا۔ ان کی محبت وخلوص کے سایوں میں دو دن دبئی میں اور دو دن ابوظبہی، العین، شارجہ میں قیام رہا یہ قیام جو اولاً دو دن کا میں نے بنایا تھا احباب کی بے پناہ محبت اور اصرار پر دو دن مزید بڑھ گیا جو پھر بھی نہایت مختصر تھا مگر کرم فرماؤں نے از راہ محبت ان ایام کا ہر ہر لمحہ ایسا مصروف رکھا کہ مختصر وقت میں علماء وفضلاء اور پاکستانی احباب کی ایک بہت بڑی تعداد سے ملاقات ہوگئی گو وہ صرف اجتماعات میں خطاب کی حد تک رہی اور بسا اوقات تنگی وقت کی وجہ سے مصافحہ کا موقع بھی نہ مل سکا۔

ان تین چار ایام میں آٹھ دس تقریبات میں شرکت ہوئی اور تقریباً اتنی دفعہ خطاب بھی ہوا عرب امارات کا یہ پروگرام جو انہوں نے اپنے طور پر رکھا تھا اور وفد کے باقی ارکان جدہ ہی سے واپس ہوئے، دو چار دن کے باوجود وہاں کے علمی و دینی سرگرمیوں اور ہمارے علماء کرام کی جماعتی تگ و دو سے کافی حد تک تعارف کا موجب بنا۔ فضلاء حقانیہ، احباب اور علماء کرام نے جس گرمجوشی کا مظاہرہ کیا اس کا میں ہرگز اہل نہ تھا مگر علم اور دین سے جو برائے نام نسبتیں تھیں ان لوگوں نے دراصل اسکی قدر افزائی کی جس کا اجر اللہ تعالی انہیں عطا فرما دے۔ ۱۲ اور ۱۳ دسمبر کی درمیانی شب وطن واپسی ہوئی اور یوں دو ہفتے کا یہ سفر بخیر و عافیت ختم ہوا۔

بہر حال یہ مختصراً اس سفر کا اجمالی بیان تھا۔ اگر قدرت نے توفیق دی تو ان شاء اللہ اپنے احساسات اور مشاہدات پر آئندہ فرصتوں میں روشنی ڈالنے کی سعی کروں گا۔

وطن عزیز میں کتوں کی نمائش یہود و نصاریٰ کی پیروی

وسط جنوری میں اسلامی مملکت پاکستان کے سب سے بڑے شہر میں نمائش ہوئی اخلاقی قدروں کی؟ جسمانی کمالات کی؟ اسلامی اوصاف و امتیازات کی؟ جی نہیں کتوں کی نمائش ہوئی منصف انگلینڈ سے آیا تھا جو کتا پرستوں کا قبلہ عقیدت ہے۔ ان کتوں کے مالکان بھی کوئی ہمہ شما اور بازاروں میں چیخنے چلانے والے چرسی بھنگی نہیں تھے بلکہ بڑے بڑے جغادری اور یادش بخیر پہلے پیپلز پارٹی کے دماغ اور اب نام نہاد تحریک استقلال کے عقل کل اور صف اول کے قائد جناب جے اے رحیم جیسے لیڈر جو اپنی کتیا جولیانہ کیساتھ ایسے وابستہ ہو چکے ہیں جیسے تاریخ میں لیلیٰ مجنون اور شیریں فرہاد کو یاد کیا جاتا ہے۔ بیشتر کتوں کیساتھ انکی مالکنیں بھی تھیں اور اخباری اطلاعات کے مطابق ایک کتے نے اپنی مالکن کیساتھ برسر عام وہ حرکت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تصدیق ہوگئی کہ تم یہود و نصاریٰ کے ہر ہر طریقہ کی پیروی کرو گے، گوہ کے بل میں وہ گھسیں گے تو تم بھی ایسا کرو گے اور بھرے راستوں میں کتوں اور سوروں کی طرح سفلی جذبات کی تسکین سے بھی نہیں شرماؤ گے۔ سور اور کتوں سے یہ عشق و محبت یہ مصاحبت اور معاشرت اگر ایسے لوگوں کے افکار و اذہان کیساتھ انکے اعمال و کردار بھی انہی جانوروں کے عادات و خصائل میں رنگ نہ جاتے تو یہ فطرت سے قطعاً بغاوت ہوتی۔ پھر افسوس ان لوگوں پر انہی کتا پرست انسان نما کتوں کی قیادت و سیادت کیلئے "سیاست و جمہوریت" کے خوشنما ناموں میں سرگرم عمل ہیں اور پھر اسے نام بھی جہاد اور قربانی کا دیتے ہیں۔

تلمیذ حضرت گنگوہی اکوڑہ خٹک کے معروف فقیہہ حضرت مولانا عبدالنور تحروئیؒ کے نادر اسناد

حضرت علامہ عبدالنور سواتی تحروئیؒ کی زندگی کا بیشتر حصہ اکوڑہ خٹک میں گزرا، یہیں انتقال فرمایا آپ ان علماء ربانیین میں سے تھے، جن کا تعلق دارالعلوم دیوبند کے طبقہ اولیٰ کے اکابر و مشائخ سے تھا، درس و تدریس کے ساتھ ساتھ رسم و رواج کے خلاف جہاد اور احیاء سنت کی جدوجہد ان کا خصوصی وصف رہا، میرے جد امجد الحاج مولانا معروف گل مرحوم بھی ان مساعی میں ان کے ساتھ تھے، ان کا علمی تبحر اور تعمق ان کی تصنیف کردہ رسائل سے ہوسکتا ہے۔

فروری ۱۹۸۴ء: حضرت مولانا مرحوم کو اکابر اساتذہ کی خصوصی شفقت حاصل تھی اور بعض اکابر نے

اپنے دست مبارک سے انہیں سند لکھ کر عطا فرمائی۔ الحمد للہ کہ یہ تحریرات اور متبرک نوادرات دست وبرد زمانہ سے بچ گئے اور احقر کے پاس موجود ہیں۔ پہلی تحریر حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی کی ہے جس پر حضرت نے ۶ رمضان ۱۳۱۰ ہجری کی تاریخ ثبت فرمائی یہ سند بڑے پوسٹ کارڈ کی ۱۹ سطروں پر مشتمل ہے۔

سند اجازت از دست مبارک حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہٖ محمد سید الانبیاء والمرسلین والہ واصحابہ واتباعہٖ اجمعین۔ الیٰ یوم الدین اما بعد فیقول المفتقرالی رحمة ربہ الصمد الفقیر المدعو برشید احمد الانصاری نسباً والجنجوھی موطنا تجاوز اللّٰہ تعالیٰ عن ذللہٖ ومعائبہٖ و رضی عنہ وعن مشائخہٖ ان المولوی الوقور ذالفضل الموفور محمد عبدالنور قد قرء علی واستمع عندی الامھات الست المشھورۃ عند المحدثین المحتویة علی الصحاح والحسان من احادیث الرسول السید الامین الصحیحین للشیخین والجامع للترمذی والسنن لابی داؤد السجستانی والسنن للنسائی والسنن لا بن ماجہ القزوینی رضی اللّٰہ عنھم اجمعین و افاض علینا من برکاتھم وجمعنا معھم یوم الدین۔ فانا اجیزہ ان یرویھا عنی لانہ اھل لذالك عندی واسال اللّٰہ لی ولہ ان یوفقنا لما یحب ویرضی و یجعل آخرتنا خیراً من الاولیٰ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد نبیہ الکریم وآلہ واصحابہ واتباعہ ناصری طریقہ القویم حررتہ السادس من شھر رمضان سنة الف و ثلثمائة وعشر من الھجرۃ علی صاحبھا الوف صلوٰۃ ۱۳۱۰ھ والتسلیمات والتحیہ .... حررہ المدعو برشید احمد

خلاصہ مضمون

(حمد وصلوٰۃ کے بعد) آپ اپنے رب کی رحمت کا محتاج فقیر رشید احمد کہتا ہے کہ ذی وقار اور فضیلت مآب مولانا محمد عبدالنور نے مجھ سے صحاح ستہ احادیث پڑھیں، اور سنیں (آگے صحاح ستہ اور ان کے مؤلفین کے نام ہیں) اب چونکہ یہ اس کے اہل ہیں تو میں انہیں ان تمام کتابوں اور احادیث کی اجازت دیتا ہوں کہ مجھ سے انہیں روایت کریں اور میں اللہ تعالیٰ سے ان کیلئے اور اپنے لئے دعا کرتا ہوں کہ مرضیات کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری آخرت دنیا سے بہتر فرمادے۔ ولا حول ولا قوۃ الخ والصلوٰۃ والسلام الخ

یہ تحریر میں نے ۶ رمضان ۱۳۱۰ ہجری کو لکھ دی الخ

حضرت گنگوہیؒ کا اپنے اس تلمیذ رشید سے جو تعلق خاطر تھا وہ صرف اس تحریری سند سے ظاہر نہیں ہو

رہا بلکہ اس کا ثبوت مولانا مرحوم کے کئی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف پر تقریظ کی شکل میں بھی ہو رہا ہے۔ مولانا نے اشارہ کے سنت ہونے کے بارہ میں ایک بڑا عالمانہ اور مدلل رسالہ عین البشارۃ فی تسنین الاشارہ رد ارباب البطالہ [1] کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔ اس کے اخیر میں مشاہیر علم وفضل کے نظم ونثر میں زوردار تقاریظ ہیں۔ اس رسالہ کی تمہیدی حصہ میں مولانا نے تسوید وتالیف رسالہ کے ضمن میں اکوڑہ خٹک کا ذکر جس انداز میں فرمایا ہے۔ اس سے اس دور میں بھی اس بستی کے علم وفضل کے لحاظ سے اہمیت ظاہر ہوتی ہے فرماتے ہیں:

وتشوید ھا فی قریتی التی ھی مرکز حنفاء الاسلام و مراقد اکابر الصوفیہ الکرام سیماً السادات العظام انار اللّٰہ مضاجعھم ومتع الناس ببر کاتھم الی یوم التناد

اس رسالہ کی تسوید میرے گاؤں (اکوڑہ) میں ہوئی۔ جو حنفاء اسلام کا مرکز اور اکابر صوفیاء کرام کی آخری خواب گاہ ہے۔ بالخصوص سادات عظام کی اللہ ان کی قبروں کو روشن کر دے اور دنیا کو ان کی برکات سے قیامت تک بہرہ ور کرتا رہے۔

بہر حال اس کتاب کے صفحہ ۹۷ پر حضرت گنگوہیؒ کی تقریظ ان مختصر جامع الفاظ میں موجود ہے:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً ما احسن ما اجاد فقد حقق واتقن ما اراد وما افاد جزاہ اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزاء حیث احییٰ سنۃ خیر الخلائق وافضل العباد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین الیٰ یوم التناد۔ حررہ العبد الراجی رحمۃ ربہ الصمد المدعو برشید احمد

تحریری سند مبارک حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی لا شریك لہ ولا نظیر ولا ولی لنا غیرہ ولا نصیر واصلی واسلم علی رسولہ البشیر النذیر، وعلیٰ آلہ واصحابہ اساطین الملۃ وارکان الشریعۃ بلانکیر اما بعد فان الحی فی دین اللّٰہ الغفور الشکور المولوی محمد عبدالنور فقد قرء علّی من کتب التفسیر الجلالین والبیضاوی ومن کتب علم الکلام شرح المواقف ومن کتب علم العروض المفتاح ومن کتب علم البیان والمعانی المختصر والمطول للعلامۃ التفتا زانی وقد قرء جمیع العلو م عندنا من العلماء الکرام فاجیزہ ان

---

(۱) کتاب کے ٹائٹل پر لکھا ہے کہ سنت سنیہ اور مذہب حنفیہ کے اظہار کے لئے یہ رسالہ مزیل الشبہات فی تحطل الاشارات نامی کتاب کے رد میں لکھا گیا ہے۔ مطبع گوپال راؤ ناگپور ہے اور سن طباعت ۱۳۱۶ مطابق ۱۸۹۹ء ہے۔ ۱۰۰ صفحات ہیں ۹۷ صفحات پر موضوع سے بحث کرتا ہے اس کے بعد تین چار صفحات تقاریظ ہیں۔ آخر میں القول الجدید فی اثبات التقلید کے نام سے مولانا کا مختصر مقالہ بھی ہے۔ (سمیع الحق)

یدرس جمیع العلوم العقلیہ والنقلیۃ فانہ مع جودۃذھنہ بذل جھدہ فی تحصیل العلوم کلھا و اوصیہ کما اوصی نفسی بالتقویٰ فی السر والنجویٰ واد عوالہ والفلاح وآخر دعوانان الحمد للّٰہ رب العالمین فقط حررہٗ محمود حسن ، مدرس اول مدرسہ دیو بند مورخہ ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

خطبہ مسنونہ اور حمد وصلوۃ کے بعد میرے دینی بھائی مولوی محمد عبدالنور نے مجھ سے علم تفسیر میں جلالین و بیضاوی علم الکلام میں شرح مواقف علم عروض میں عروض المفتاح اور علم بیان و معانی میں مختصر المعانی اور مطول للعلامۃ تفتا زانی پڑھیں۔ اسی طرح تمام علوم ہمارے ہاں علماء کرام سے پڑھیں۔ پس میں انہیں تمام عقلی اور نقلی علوم کے تدریس کی اجازت دیتا ہوں اس لئے کہ انہوں نے اپنے ذہن رسا، کے باوجود تمام علوم کی تحصیل میں اپنی پوری جدوجہد خرچ کی اورا پنے نفس کے ساتھ ساتھ انہیں بھی وصیت کرتا ہے کہ خلوت وجلوت میں اللہ سے ڈرتے رہیں اور ان کی صلاح وفلاح کی دعا کرتا ہوں۔

تحریری سند مولانا محمد اسحاق الہ آبادی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

البارع الاعزالو قور المولوی محمد عبدالنور قد قرء لدی من المنطقیات شرح المطالع و شرح السلم للقاضی وحمد اللّٰہ ومن الامور العامۃ من حاشیۃ السید الزاھد علی المواقف قدر ما کفاہ ومن الطبیعات الصدرا والشمس البازغۃ ومن الاصول مسلم الثبوت والتلویح ومن الکتب الادبیہ کتاب للمقامات الحریری والحماسہ والمتنبی وسبعۃ المعلقہ وقصیدۃ البردۃ وبانت سعاد ومن الھیئۃ شرح چغمنی ومن الھندسۃ تحریر اقلیدس وللّٰہ در ھذا الاعزالفاضل فقد، جد فی التحصیل وجاد و بلغ ببذل جھدہ ورقد تمیز ہ وجودۃ نحویتہ وصرفیتہ بکل فن قصدہ واراد الفقیر الخاطی الناس محمد فاروق الحنفی العباسی ۔ کتبہ: الاحقر محمد اسحاق الہ ابادی عفی عنہ

محترم معزز ذی وقار مولوی عبدالنور نے مجھ سے علم منطق میں شرح مطالع شرح مسلم للقاضی و حمداللہ امور عامہ حاشیہ زاہد علی المواقف کا معتد بہ حصہ پڑھا۔ اسی طرح علم فلسفہ میں صدرا اور شمس بازغہ اصول فقہ میں مسلم الثبوت اور تلویح۔ ادب عربی میں مقامات حریری حماسہ، متنبی، سبعہ معلقہ، قصیدہ بردہ، قصیدہ بانت سعاد اور علم ہیئۃ میں شرح چغمنی علم ہندسہ میں تحریر اقلیدس پڑھیں۔ اللہ جزائے خیر دے۔ اس فاضل اجل کو کہ انہوں نے تحصیل علم میں بڑی سعی اور خوب محنت کی۔ اپنی کوششوں ذہانت اور علمی استعداد صرف ونحو کی صلاحیتوں سے ہر فن میں کمال حاصل کیا ہے۔

تحریری سند حضرت مولانا محمد فاروق العباسی (۱)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ الحکیم الخبیر العلیم القدیر والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ البشیر النذیر اما بعد فلما قرء علی عدۃ من الکتب الدرسیۃ المشتملۃ علی الفنون الادبیۃ والمعارف العقلیۃ والنقلیۃ الشرعیۃ الفطن (؟) الذکی والحبر النمرالکمی العسوال الوقور المولوی سید محمد عبدالنور سلمہ اللّٰہ وایدہ بما یحبہ ویرضاہ اعنی بما شرح السلم لحمد اللّٰہ ولوامع الاسرار وشرح مطالع الا نوار والشمس البازغۃ وشرح ھدایۃ الحکمۃ لصدرا والمقامات للحریری والمسلم و اقلیدس

(بعد حمد وصلوٰۃ) جب کہ زیرک و ذہین اور ہبادر باکمال صاحب علم وفضل مولوی عبدالنور نے مجھ سے اسلامی علوم وفنون علوم عقلیہ ونقلیہ شرعیہ کی کئی اہم کتابیں پڑھ لیں۔

مولانا سمیع الحق کی طرف سے صدر پاکستان کو قادیانی، لاہوری احمدیوں کے روک تھام کیلئے صدارتی آرڈیننس کے اجراء کے بعد مزید عملی کاموں کی تجاویز:

اپریل ۱۹۸۴ء: ۱۔ تمام کلیدی بالخصوص فوج کے اہم مناصب سے قادیانیوں کو برطرف کیا جائے۔

۲۔ ملک کے اندر انکی تنظیموں، سرگرمیوں، مراکز، دفاتر بالخصوص ہیڈکوارٹر پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔

۳۔ اس کے تمام تحریری دستاویزات اور لٹریچر کی پڑتال کی جائے اور اس آرڈیننس کی زد میں آنے والی ہر مطبوعہ غیر مطبوعہ تحریر کو ضبط کرلیا جائے۔

۴۔ ساری دنیا میں پاکستانی سفارتخانوں اور خارجہ امور سے وابستہ اداروں سے قادیانیوں کی مکمل تطہیر کی جائے۔

۵۔ بیرون ملک پورے عالم اسلام کو اس اقدام کی اہمیت سے آگاہ اور عالم اسلام سے ایسے ہی اقدامات اور تقاضوں کی تکمیل کی اپیل کی جائے۔

---

(۱) بظاہر اس سے مشہور علامہ چڑیا کوٹی مراد ہیں۔ اگر ایسا ہے تو مولانا کے مختصر حالات یہ ہیں۔ آپ چڑیا کوٹ میں پیدا ہوئے منطق وہیئت کی کتابیں مولوی عنایت رسول وشیخ معمر اور مولانا رحمت اللہ نوراللہ لکھنوی سے پڑھیں اور فقہ واصول کی کتابیں مفتی محمد یوسف لکھنوی سے مدرسہ امامیہ حنفیہ جونپور میں پڑھیں۔ اس کے بعد حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ واپسی میں ملک کے مختلف اطراف میں تدریس شروع کی۔ آخری عمر میں دارالعلوم لکھنؤ میں تدریس پر فائز ہوئے۔ عربی اور فارسی میں بہترین شاعر تھے۔ کئی رسالوں کے مصنف بھی ہیں۔ ۱۳ شوال ۱۳۶۷ھ کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

۶۔ اپنے سفارتخانوں اور علمی و دینی تنظیموں کے ذریعے غیر مسلم دنیا میں اس فرقہ کی سرگرمیوں اور منصوبوں اور ہر طرح کی نقل وحرکت پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔

۷۔ اس فیصلہ کے خلاف بیرونی دنیا کو گمراہ کرنے والے قادیانی اور مغربی پروپیگنڈہ کا موثر اور بھرپور جواب دینے کے انتظامات کئے جائیں۔

۸۔ مرزائیوں کی در پردہ نیم فوجی قسم کی تنظیموں اور سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگائی جائے۔

۹۔ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ میں مذہب کی نشاندہی کے فوری انتظامات کئے جائیں تاکہ کوئی قادیانی ''مسلمان'' کے روپ میں عالم اسلام بالخصوص عالم عرب کو ملازمتوں کے سہارے قادیانی ریشہ دوانیوں کا مرکز نہ بنا سکے اور اگر کوئی قادیانی ہے تو قادیانی تشخص کے ساتھ سامنے آتا رہے۔

۱۰۔ آئندہ کیلئے کفر وارتداد کے اس سلسلہ خبیثہ کے تدارک کیلئے لازمی ہے کہ اسلام کی سزائے ارتداد نافذ کی جائے۔

۱۱۔ اس بات کے خود قادیانی لٹریچر سے تحریری شواہد موجود ہیں کہ قادیانی مرکز اسرائیل میں قائم ہے اور اسکے روابط ربوہ سے ہیں۔ قادیانی ''مبلغین'' اسرائیل جاتے ہیں اگر براہ راست نہیں تو یہاں سے برطانیہ ماریشش جزائر فجی، نائیجریا اور دیگر افریقی ریاستوں اور یورپی ممالک کے نام پر اور پھر وہاں سے اسرائیل چلے جاتے ہیں ایسے نام نہاد ''مبلغین'' کے تبلیغی دعوتی اسفار پر مکمل پابندی لگائی جائے یہ کتنی شرم اور افسوس کی بات ہے کہ ایک جمہوریہ اسلامیہ کا زرمبادلہ لیکر وہ باہر جاکر اسلام اور نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بغاوت پھیلائیں اور اسلام دشمن عقائد کا پرچار کر کے بے خبر انسانوں کو اپنے دجل وفریب کے دام تزویر میں پھنساتے رہیں اور پاکستانی زرمبادلہ سے وہ نہ صرف پاکستان بلکہ عالم عرب کے خلاف اسلام دشمنی کا دھندہ جاری رکھیں۔

۱۲۔ ربوہ کے مرزائی تحریک کی معاشی عمارت سادہ لوح اور خوش عقیدگی کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے پیروکاروں کے مالی اور اقتصادی استحصال پر قائم ہے وہ ایسے جال میں پھنسے ہوئے ہیں کہ اپنے خون پسینہ کی کمائی لازماً انہیں مرزائی پاپائیت کی نذر کرنی پڑتی ہے۔ بسا اوقات اس استحصالی شکنجہ اور معاشی وسماجی ڈھانچہ سے رہائی ان مجبور و بے بس پیروکاروں کیلئے ناممکن ہوتی ہے۔ وہ مجبوراً اپنی آمدنی کا دسواں حصہ اور بعد از مرگ ساری جائیداد کا دسواں حصہ صدر انجمن احمدیہ کے نام منتقل کرتے رہتے ہیں۔ ایسی بہت بڑی جائیداد مرزائی سربراہ کے نام ہے اور یہاں کی معاشی

افراتفری میں اس معاملے کا ایک بڑا حصہ ہے۔ مرزائیوں کے استحصال ہتھکنڈے ہیں جن پر از سرنو نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اس سے نہ صرف مسلمان مطمئن ہوں گے بلکہ قادیانی استحصال کا شکار قادیانی فرقے کے لوگ بھی نجات پا کر اپنے مذہب اور عقیدہ کے بارہ میں از سرنو آزادانہ فیصلہ کرسکیں گے۔ واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

آہ! حضرت ناظم صاحب

حیف صد حیف کہ ۸۔۹ مئی ۱۹۸۴ء مطابق ۶۔۷ شعبان ۱۴۰۴ درمیانی شب کو ایک ایسے خادم دین متین نے ہم حرماں نصیبوں کو داغ جدائی دیا کہ جس کی زندگی کا دو تہائی حصہ گلشن علوم نبوت دارالعلوم حقانیہ کی آبیاری اور اس چمنستان قرآن و سنت کی آرائش و زیبائش میں صرف ہوا، دارالعلوم کے تقریباً ۴۰ سالہ زندگی کے ہزاروں فضلاء اور طلباء کی آرام و راحت، تعلیم و تربیت اور خدمت میں جن کے جسم کا رُواں رُواں مصروف لیل و نہار رہا، اور جو اس شجر طوبیٰ کے اولین مالی اور اس کارگاہ علم و فضل کے اساسی ناظم تھے۔ کمالات کا دارالعلوم سے معمولی تعلق رکھنے والا ہر ہر فرد بھی نہ صرف معترف رہے گا بلکہ ان شاء اللہ یوم الاشہاد میں بارگاہ احکم الحاکمین میں شہادت سے بھی دریغ نہیں کرے گا کہ اے اللہ تیرے اس زار و نزار نحیف و ناتواں بندہ نے تیرے دین کے اس خادم ادارہ کی تعمیر و ترقی میں زندگی کی ساری قوتیں اور توانائیاں، بے دریغ لٹا دیں۔ تیری رحمت لامتناہی سے کیا بعید ہے کہ اس ''شہید دارالعلوم'' کو آج شہداء و صدیقین کے لئے مخصوص انعامات سے نوازا جائے۔

مرحوم ناظم صاحب اپنی بے لوث خدمات اور بے ریا کردار کی وجہ سے علمی و دینی حلقوں اور بالخصوص دارالعلوم حقانیہ سے وابستہ حلقے میں بے حد مقبول و محبوب تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے جنازہ میں نہ صرف علاقہ بھر بلکہ سرحد کے دور دراز سے صلحاء علماء، مشائخ اور طلبہ علوم دینیہ اور ہزاروں مسلمان فوراً پہنچ گئے۔ مرحوم کی نماز جنازہ میں شرکت کی غرض سے مخلوق کا سیلاب تھا جو امڈ آیا۔ ہر شخص تجہیز و تکفین اور آخری دیدار کی سعادت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ سب نے نماز عصر جامع مسجد دارالعلوم میں ادا کی۔ اکابر کے مشورہ سے آپ کے جنازہ کو گھر سے لاکر دارالعلوم کے صحن میں دارالحدیث کے سامنے رکھ دیا گیا۔ لوگوں کے بے پناہ ہجوم کے باوجود اکثریت نے آخری دیدار کی سعادت حاصل کر لی۔ بہت سے حضرات مشرقی و مغربی درسگاہوں کی چھتوں پر چڑھ کر آخری دیدار کا شرف حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

ادھر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو مسجد سے عیدگاہ پہنچا دیا گیا تھا۔ جہاں پہلے سے لوگوں کا ایک بہت

بڑا ہجوم جنازہ کا منتظر تھا۔ آخری دیدار کرا لینے کے بعد آپ کا جنازہ عیدگاہ میں لایا گیا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور دارالحفظ کے سامنے نئے قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی اور اس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت ناظم کی ایک دیرینہ تمنا پوری کر دی۔ کیونکہ جب اس نئے قبرستان کی تعین ہوئی تھی تو حضرت ناظم صاحب نے فرمایا تھا۔ کاش! اس نئے قبرستان میں مجھے بھی جگہ مل جائے اور اب جہاں مدفون ہیں کچھ عرصہ قبل یہ خواب دیکھا تھا کہ آپ کے مدفن کے متصل دارالحفظ سے آسمان تک نور کی شعاعیں ابھر رہی ہیں۔

جب تدفین سے فراغت ہوئی تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے عیدگاہ کی دیوار پر آپ کی آخری آرام گاہ کے سرہانے دو آدمیوں کے سہارے بیٹھ کر مختصر خطاب فرمایا اور حضرت ناظم صاحب مرحوم کو دارالعلوم کی عظیم خدمات کے سلسلہ میں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

شیخ الحدیث کا ناظم صاحبؒ کو خراج تحسین

مولانا سلطان محمود ہمارے اچھے رفیق، اچھے ساتھی اور بہت دیانتدار تھے۔ آج جو آپ کو دارالعلوم کے وسیع شعبہ جات اور خدمات نظر آتے ہیں اور بہت سے امور میں جو حضرت ناظم صاحب اور ان کے رفقاء کے خلوص، للّٰہیت، تقویٰ، دیانت اور امانت کی برکتیں ہیں۔ دارالعلوم کو صرف علاقہ سے نہیں سارے ملک اور ملت سے واسطہ رہتا ہے اور رکھنا پڑتا ہے۔ ناظم صاحب نے یہ واسطہ بڑے احسن طریقہ سے نبھایا۔ مرحوم کی وفات ہمارے لئے دارالعلوم حقانیہ، اساتذہ، طلبہ اور تمام وابستگان کیلئے ایک بہت بڑی مصیبت ہے، اللہ پاک اس کے بدلے صبر اور صابرین کا اجر عطا فرمادے۔ دینی مدارس کا تو اللہ محافظ ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ(الحجر:۹) خدا تعالیٰ جس سے چاہتا ہے دین کی خدمت لے لیتا ہے۔ ہمارے ناظم صاحب سے خدا نے دین کی خدمت لے لی، بڑے خوش نصیب تھے جن کو خدا نے اتنی عظیم خدمت کیلئے چُن لیا تھا۔ ناظم صاحب کی خوبیاں، کمالات اور خدمات ہمارے بیان سے باہر ہیں۔ بہرحال کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام، ہم اللہ تعالیٰ کے امر پر راضی ہیں اور صابر ہیں۔ آپ سب کو خدا کے امر پر راضی رہنا چاہیے۔ دارالعلوم کی ہمہ گیر دینی خدمات یہ سب حضرت ناظم صاحب کیلئے صدقہ جاریہ ہیں۔ مرحوم نے دارالعلوم کی بڑی خدمت کی، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دارالعلوم کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ناظم صاحب سے راضی ہو جائے اور انکی قبر کو جنت کے باغوں میں سے باغ بنا دے۔ آمین

قبر کے سرہانے مولانا قاری محمد امین صاحب راولپنڈی اور پاکپتی مولانا عزیز الرحمان فاضل حقانیہ راولپنڈی خلیفہ مجاز شیخ الحدیث مولانا شکریؒ نے تلاوت فرمائی۔

دور دراز علاقوں سے علماء و مشائخ کے علاوہ عمائدین، شرفاء اور معززین تعزیت کے سلسلہ میں دارالعلوم تشریف لا رہے ہیں۔ ملک بھر سے مدارس عربیہ بالخصوص فضلاء حقانیہ نے ختم کلام پاک اور ایصال ثواب ودعائے مغفرت کی اطلاعات دیں،اور تعزیتی خطوط بھیجے۔ افغان مجاہدین کے مرکزی قائدین اور بڑے بڑے وفود بھی تشریف لاتے رہے ہیں۔

تقریب ختم بخاری:

۳مئی شعبان ۱۴۰۴ھ کو دارالعلوم میں ختم بخاری کی تقریب منعقد ہوئی۔ تاریخ کی تشہیر نہیں کی گئی مگر پھر بھی یہ اطلاع پھیل گئی تھی اور مخلصین و متعلقین اور قرب و جوار کے علماء وفضلاء کا ایک بڑا مجمع بن گیا۔ عصر کے بعد دارالعلوم کی مسجد میں ختم بخاری ہونا تھا جب کہ اس سے قبل دارالحفظ والتجوید کے طلبہ کی اپنے اساتذہ کی نگرانی میں ایک تربیتی نشست ہوئی جس میں حفظ وقرأت کے علاوہ ان طلبہ کے درمیان اردو، فارسی اور عربی میں تقریریں اور مکالمے ہوئے، باہر سے آئے ہوئے مہمان طلبہ کی اعلیٰ صلاحیتوں کے مظاہرے اور اساتذہ کی تعلیم وتربیت سے حد درجہ متاثر ہوئے اور دینی و روحانی حظ حاصل کیا۔

نماز عصر کے وقت حضرت شیخ الحدیث مدظلہ تشریف لائے۔ پہلے دارالحفظ سے اس سال حفظ مکمل کر لینے والے طلبہ کی دستار بندی ہوئی اور ان میں دارالعلوم کی جانب سے حفظ کی سندات تقسیم کی گئیں۔

حضرت شیخ الحدیث اور اکابر اساتذہ اپنے ہاتھوں سے طلبہ کے سر پر پگڑی باندھتے اور سند عطا فرماتے اس کے بعد شیخ الحدیث مدظلہ نے صحیح بخاری کی آخری حدیث کا مفصل درس دیا۔ الوداع ہونے والے دورۂ حدیث کے طلبہ کو نصائح اور مستقبل کی ذمہ داریوں سے متعلق خصوصی ہدایات دیں۔ گھنٹہ سوا گھنٹہ کے اس خطاب کو احقر نے اسی وقت قلم بند کرلیا ہے۔ نماز مغرب کیلئے تھوڑا وقت باقی تھا کہ یہ مبارک تقریب اختتام کو پہنچی۔

سلسلہ خطبات جمعہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب: مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

حضور اقدس ﷺ کی دین متین کی خاطر قربانیاں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
وَاِذۡ یَمۡکُرُ بِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِیُثۡبِتُوۡکَ اَوۡ یَقۡتُلُوۡکَ اَوۡ یُخۡرِجُوۡکَ وَیَمۡکُرُوۡنَ وَیَمۡکُرُ اللّٰہُ (الانفال: ۳۰)
محترم سامعین!

آیت مذکورہ بالا میں ایک مہتم بالشان واقعہ کا ذکر ہے، جسے ہجرت کہا جاتا ہے، ہجرت کا معنی ہے ،گھر بار چھوڑنا ہجرت کبھی تو دنیا کیلئے ہوتی ہے اور کبھی دین کیلئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی خاطر امام بخاریؒ اپنی مایہ ناز کتاب بخاری شریف میں پہلی حدیث لائے ہیں۔ جس کا ایک ٹکڑا ہے "فمن کانت ھجرتہٗ الیٰ اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ، ومن کانت ھجرتہ الی الدنیا یصیبھا......الخ)

یعنی جس بندے کے وطن گھر بار چھوڑنے کا سبب خداوند قدوس کی رضا جوئی ہو، اس کا مقصد دنیا کی خدمت نشر واشاعت ودعوت وتبلیغ ہو، اور دنیا کمانا، رزق تلاش کرنا ،مقصد نہ ہو، تو بلاشبہ یہ ہجرت باعث اجر وثواب ہے۔ دنیا کمانے کے لئے سفر اختیار کرنا، وطن اہل وعیال چھوڑنا بھی ممنوع یا ناجائز نہیں جو شریعت کے حدود کے اندر ہو، وہ بھی باعث اجر ہے، رزق حلال کمانا بھی فرض ہے۔ کما فی الحدیث "کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ" اور الکاسب حبیب اللہ

بہر حال ہجرت مدینہ تاریخ اسلام کا ایک بہت ہی بڑا واقعہ ہے، جس کی وجہ سے پورے دنیا کے اندر اسلام کا نظام عدل بہت تیزی سے پھیلا اور ظلمت کدہ دنیا نور اسلام سے منور ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے پہلے سے کچھ ایسے اسباب بنائے تاکہ آپ ﷺ کے ہجرت کے لئے ماحول سازگار ہوجائے، نبوت کے دسویں سال آپ ﷺ حسب معمول موسم حج میں دعوت اسلام کی خاطر لوگوں کی تلاش میں باہر نکلے، تو منیٰ کے قریب پہاڑ کی ایک گھاٹی میں مدینہ منورہ کے بنی خزرج کے چھ بندوں سے ملاقات ہوئی، آپ ﷺ نے ان لوگوں کے ساتھ مذہب اسلام کے بارے میں بات چیت کی، ان لوگوں پر آپ ﷺ کی کلام کا بہت بڑا اثر ہوا، یہ لوگ جب مدینہ واپس ہوئے تو اسلام کے بارے میں لوگوں سے بات کی۔ اگلے سال سن گیارہ ہجری میں ۱۲ رآدمی مکہ آئے، ان لوگوں کے ساتھ آپ ﷺ نے اب کی بار اپنے ایک صحابی حضرت مصعب

ابن عمیرؓ کو دعوت اسلام کے سلسلہ میں یثرب (مدینہ) بھیجا، اسید بن حضیرؓ کی معیت میں دعوت کا کام انہوں نے شروع کیا۔ ان دونوں کی تبلیغ کیوجہ سے بنی خزرج قبیلے کے سردار سعد ابن عبادہؓ نے اسلام قبول کیا اور یثرب (مدینہ) دوسرے بڑے قبیلے کے سردار سور ابن معاذؓ ایمان لائے یوں ان کا پورا قبیلہ مسلمان ہوگیا اور اس سال یعنی ۱۲ نبوی میں ۷۲ افراد حج کو آئے۔ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ عقبہ ثانیہ کے پاس رات کے اندھیرے میں ملاقات کی اور اسلام کی بنیادی باتیں بتائیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے۔ عباسؓ نے آپ ﷺ کے ہجرت مدینہ کے بارے میں ان لوگوں کیساتھ بات چیت کی اور انہیں خبر دار کیا کہ اگر آپ لوگ آپ ﷺ کی حفاظت نہیں کر سکتے تو پھر آپ ﷺ کا یہاں مکہ مکرمہ میں رہنا اچھا ہے۔ ان لوگوں نے تسلی دی اور پھر ہر طرح کا خطرے مول لیا۔

نبی اکرم ﷺ کی ابتدائی دس سالہ مکی زندگی تکلیف دہ تھی۔ اور اب گویا ایسا نیا دور شروع ہو رہا تھا، یثرب والوں کے قبول اسلام سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ پر بوجھ ہلکا ہو رہا ہے اور آپ ﷺ کی جانثار جماعت آپ ﷺ کیساتھ شریک دعوت ہو رہی ہے، اور پھر پردۂ اسلام اب دنیا پر لہرانے والا ہے، آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں نو مسلم افرا کی رضامندی سے مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو نبوت کے تیرھویں سال مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کا مشورہ دے دیا یہ اہل اسلام کی تیسری ہجرت تھی، اس سے پہلے نبوت کے پانچویں اور چھٹے سال چند مسلمان .... ہجرت کر چکے تھے۔

محترم سامعین!

جب کفار مکہ نے محسوس کیا کہ مسلمان وطن چھوڑ کر مدینہ چلے جا رہے ہیں اور اس کے بعد نبی کریم ﷺ بھی چلے جائیں گے۔ تو ان لوگوں نے دارالندوہ میں جمع ہوکر آپ ﷺ کے قتل کرنے کا مشورہ کیا، اس اجلاس میں مکہ کے بڑے بڑے سردار شریک تھے، عین مشورہ کرنے کے وقت ایک بڑا شیخ نمودار ہوکر شریک مشورہ ہوا۔ خوش آمدید اور علیک سلیک کے بعد انہوں نے بتایا کہ وہ نجد کا بہت بڑا شیخ اور مقتدی ہے

سب حاضرین نے مشورے دیئے لیکن جب ابوجہل بدبخت نے یکبارگی قتل کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ اس میں ہر قبیلے کا ایک ایک بہادر نوجوان شریک ہوگا اور یوں اس طرح قتل ہونے کی صورت میں بنی ہاشم سب قبایل کا مقابلہ نہیں کر سکے گا اور ہماری دلی مراد پوری ہو جائے گی۔ یہ سن کر اس نجدی شیخ نے ابو جہل لعین کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ یہی اصل کام ہے، اور صائب مشورہ ہے جس پر تمام مجلس نے اتفاق کرلیا اور محفل برخاست ہوگئی، یہ نجدی شیخ شیطان لعنۃ اللہ تھا۔ جب آپ ﷺ نے ہجرت کرنے کا ارادہ کیا، تو سب سے پہلے رفیق غار حضرت صدیق اکبرؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت صدیق اکبر نے فرمایا میں تو اسی انتظار

میں تھا کہ آپ ﷺ کب حکم فرمائیں گے۔ میں نے دو اونٹنیاں خریدی ہیں، یارسول اللہ ﷺ ایک آپ کے لئے اور ایک اپنے لئے، لبیک میں حاضر ہوں۔ جب بھی آپ ﷺ حکم فرمائیں۔

ایک رات آپ ﷺ نے علیؓ کو اپنے گھر اپنے بستر پر سلایا اور حکم فرمایا کہ لوگوں کو ان کی امانتیں سپرد کردیں۔ آپ ﷺ اور ابوبکرؓ رات کی اندھیرے میں جب گھر سے نکلنے لگے تو ان بدبختوں نے گھر کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ وہ لوگ آپ ﷺ کے قتل کرنے کے انتظار میں تیار بیٹے تھے، آپ ﷺ نے جب دیکھا تو ایک مٹھی بھر مٹی اٹھا کر اس پر سورۃ یٰسین کی آیت وَ جَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِھِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰھُمْ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ پڑھ کر دشمن کے چہروں کی طرف پھینکی، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی آنکھوں میں پھونچادی، وہ لوگ اپنی آنکھیں مل رہے تھے کہ آپ ﷺ بحفاظت وہاں سے نکلے، جب ان لوگوں نے جا کر دیکھا تو حضرت علیؓ آپ ﷺ کے بستر پر سوئے ہوئے تھے۔ بڑے حیران ہوئے اور آپ ﷺ کی تلاش میں نکلے۔ حضور اقدس ﷺ مکے سے چند کلومیٹر آگے ثور نامی پہاڑ میں ایک غار میں فروکش ہوئے تھے، یہاں آکر آپ ﷺ نے تین دن گزارے، کفار مکہ نے ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس غار تک پہونچے حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں، ہم دشمنوں کی باتیں سن رہے تھے اگر وہ لوگ ذرہ جھک کر دیکھتے تو ہم صاف نظر آتے۔

محترم سامعین! اس وقت حضرت صدیقؓ بڑے پریشان ہوئے، مبادئی آپ ﷺ کو کچھ نقصان پہونچے قرآن کریم فرماتے ہیں: ثانی اثنین اذ ھما فی الغار یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا ''ان دونوں میں سے دونوں صاحبین جب اپنے ساتھی سے فرما رہے ہیں، پریشان مت ہو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں۔''

ہمارے علمائے کرام نے (لصاحبہ) کے لفظ سے صدیق اکبر کی صحابیت ثابت کی ہے اور لکھا ہے کہ آپؓ کے صحابیت سے انکار کفر ہے، کیونکہ یہ قرآن کریم کا انکار ہے، ان تین دنوں کے دوران حضرت صدیق اکبر کے غلام فہیرہ یہاں بکریاں چرانے کے بہانے سے آتے اور ان دونوں کی خبر گیری کر کے دودھ پلواتے، تین دن کے بعد آپ ﷺ مع رفیق طریق ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف پابہ رکاب ہوئے۔

محترم حضرات! کتابوں میں لکھا ہے کہ قریش نے آپ ﷺ کو پکڑنے کے واسطے سو اونٹوں کا انعام مقرر کرلیا۔ کفار کے ایک بہادر شہسوار پہلوان سراقہ نے جب اس بھاری انعام کا سنا تو گھوڑے پر سوار ہو کر آپ ﷺ کے تلاش میں نکلا ایک مقام پر جب آپ ﷺ کو ابوبکرؓ نے سراقہ کے بارے میں بتایا، آپ ﷺ نے منہ موڑ کر دیکھا تو سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ آپ ﷺ سے معافی کا خواستگار ہوا تو گھوڑا نکل گیا۔ دوبارہ سہ بارہ ایسا ہوا تو سراقہ نے وعدہ کیا کہ میں واپس جا کر لوگوں سے کہونگا کہ آپ ﷺ اس طرف نہیں نکلے ہیں، جب واپس ہوا تو تلاش میں نکلنے والوں کو یہیں کہتا رہا کہ آپ ﷺ اس طرف سے

آئے ہی نہیں ،ابھی میں اس طرف سے ہی آرہا ہوں۔ یوں اللہ تعالی نے آپ کی حفاظت فرمائی۔

حضور اقدس ﷺ نے آکر پہلا نزول مضافات قبا میں فرمایا۔ جو مدینہ منورہ کے قریب ۳ میل کے فاصلے پر ایک بستی تھی ، یہاں پر آپ ﷺ نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی جسے مسجد قبا کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو بھی مسلمان بندہ پیدل یا سواری پر جا کر قباء میں دو رکعت نماز پڑھیں تو اس کو ایک قبول عمرے کا اجر ملے گا، آپ ﷺ خود بھی ہر ہفتے کو کبھی سواری پر اور کبھی پیدل جایا کرتے تھے۔

مدینہ والے آپ کا شدید انتظار کر رہے تھے۔ مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے آپ ﷺ کیلئے چشم براہ تھے ، جب آپ ﷺ کی سواری مدینہ منورہ میں داخل ہوئی ۔ تو تمام مدینہ والوں نے آپ ﷺ کا گرمجوشی سے استقبال کیا۔ چھوٹی بچیوں نے دف بجا کر اسوقت کے دستور کے مطابق ذیل کی ترانے کی گونج میں آپ کو خوش آمدید کہا۔

طلع البدر علینا من ثنات الوداع وجب الشکر علینا مادام لله داع

آپ ﷺ کی سواری موجوہ مسجد نبوی کی جگہ بیٹھ گئی ، یہ دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھی، جن کی پرورش معاذ بن عزریؓ کر رہے تھے۔ حضور اقدس ﷺ نے دونوں بچوں کو معاوضے ادا کرنے کا فرمایا تو انہوں نے زمین کا معاوضہ لینے سے انکار کردیا۔ حضور اقدس ﷺ نے پہلا کام یہ کیا کہ یہاں ایک کچی مسجد بنوائی۔ جو ۷۰ ہاتھ لمبی اور ۶۰ ہاتھ چوڑی تھی۔ جس کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی اور اوپر سے مٹی کی لپائی کردی گئی تھی۔ یہی مسجد آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی عبادت گاہ درہائشگاہ اور مکتب دفتر تھی۔

اس موقع پر آپ ﷺ نے تمام مہاجرین اور انصار کو حضرت انس بن مالکؓ کے گھر جمع کیا۔ اور انصار سے فرمایا کہ مہاجرین نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کرکے آرہے ہیں، لہٰذا ان کیساتھ اپنے بھائیوں جیسا سلوک کرو، آپ ﷺ نے ایک ایک مہاجر کا ہاتھ پکڑ کر ایک ایک انصاری کے ہاتھ میں تھما دیا اور انصار نے مہاجرین کیساتھ جو سلوک کیا وہ ایک الگ باب ہے۔ جس پر کبھی کسی اور جمعہ کو انشاء اللہ تفصیل سے بات کروں گا۔

معزز ساتھیو! حضورؐ کے اس واقعہ ہجرت میں یہ سبق ہے کہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے گھر بار رشتہ داروں کو چھوڑنے کی قربانی دینی پڑی تو اس کے لئے بھی ہمہ وقت تیار رہیں، جب ہم حضورؐ کے عاشق ہونے کے دعویدار ہیں تو محبوب کے ہر فعل وقول کی اطاعت کرنی پڑے گی، اگرچہ اس فرمانبرداری کے راستے میں ہمیں سخت صعوبتوں کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے، آپؐ کی زندگی کا ہر واقعہ ذکر کرنا صرف قصہ گوئی نہ سمجھا جائے بلکہ اسے بہترین نمونہ کے طور پر اپنایا جائے۔ رب العزت ہمیں اور تمام امت محمدیؐ کی ہر سنت پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ امین

پروفیسر محمد عاصم حفیظ٭

ارض فلسطین
پنجہ یہود میں جکڑی مقدس سرزمین

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی جانب سے مقبوضہ بیت المقدس کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرنے کے بعد مسئلہ فلسطین ایک بار پھر عالمی سیاست کا اہم ترین ایشو بن چکا ہے۔ عالم اسلام میں اس اقدام کے خلاف احتجاج کا سلسلہ جاری ہے، اس حوالے سے ضروری ہے کہ مسئلہ فلسطین کے تاریخی پس منظر اور ماضی میں ہونیوالے واقعات کا جائزہ لیا جائے۔۔ ارض فلسطین کے باسیوں کی آزمائش دوسری جنگ عظیم کے بعد سے ہی جاری ہے۔ برطانیہ اور دیگر مغربی طاقتوں کے بل بوتے پر بننے والی نام نہاد ریاست اسرائیل نے گزشتہ ستر سال سے اس دھرتی کے باسیوں کا جینا دوبھر کر رکھا ہے۔ ان نہتے لوگوں کو بے دردی سے قتل کیا جاتا ہے، بستے بستے گھر اجاڑ دیئے جاتے ہیں، زرعی زمینیں چھین لی گئی ہیں۔ شاید ہی تاریخ انسانی کا کوئی ایسا ظلم نہ ہو جو ان مسلمانوں پر نہ ڈھایا گیا ہو اور شاید اسی لیے غزہ کو دنیا کی سب سے بڑی جیل قرار دیا جاتا ہے۔ اسرائیلی طیارے اور ٹینک آئے روز بمباری کرکے یہاں کے باسیوں کو خون میں نہلا دیتے ہیں، امریکی آشیرباد سے اسرائیل یہاں خون کی ہولی کھیل رہا ہے۔ عربوں کے ساتھ اس کی جنگیں بھی ہوئیں تاہم اب صورتحال یہ ہے کہ امریکہ نے اقوام متحدہ کی آڑ میں، معاشی تعاون کے لالچ میں اور فوجی طاقت کے بل بوتے پر عربوں کو اس مسئلے سے لاتعلق کرکے رکھ دیا ہے۔ اب فلسطین کے لیے دنیا میں شاید ہی کوئی آواز بلند ہوتی ہو۔ اسرائیل وقفے وقفے سے غزہ پر بدترین حملے کرکے، جن میں اکثر کیمیائی ہتھیار استعمال کیے جاتے ہیں، کئی بار تو اقوام متحدہ کی عمارتوں پر بمباری کی، بچوں کے سکول تباہ کر دیئے گئے جبکہ سینکڑوں گھروں کو مٹی کے ڈھیر بنا دیا۔

مسئلہ فلسطین کی تاریخی اہمیت

اس مضمون میں ہم مسئلہ فلسطین کی تاریخی اہمیت اور اس حوالے سے ہونیوالے تاریخی واقعات کا

٭ لیکچرر گورنمنٹ کالج شرقپور شریف

جائزہ لیں گے تاکہ امت مسلمہ کو قبلہ اول کی حفاظت کا بھولا ہوا فریضہ یاد کرایا جا سکے۔ مسجد اقصی مسلمانوں کے مقامات مقدسہ میں شامل ہے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، مسجد الحرام بیت اللہ شریف اور مسجد اقصی کی زیارت کے لئے سفر کرنا باعث اجر وثواب بھی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے موقع پر مسجد اقصی میں دو رکعت نماز پڑھی اور انبیا کرام کی امامت فرمائی۔ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف تعمیر کرنے کے 40 سال بعد اس دوسرے خانہ خدا کی بنیاد رکھی گئی۔ حضرت ابراہیمؑ نے ارض فلسطین کی طرف ہجرت کے بعد مسجد اقصی کی بنیادیں از سر نو اٹھا کر اسے اپنے مبارک ہاتھوں سے دوبارہ آباد کیا۔ ان کے بعد حضرت اسحاق، حضرت یعقوبؑ اور پھر حضرت سلیمانؑ نے بھی بیت المقدس کی تعمیر نو کی۔ چھ سو چھتیس عیسوی میں حضرت عمر بن خطابؓ اور اس کے بعد سات سو پندرہ عیسوی کے اموی دور حکومت میں مسجد اقصی کی توسیع کی گئی۔

مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کا رقبہ

مسجد اقصی مقبوضہ بیت المقدس شہر کے جنوب مشرق میں وسیع احاطہ پر مشتمل ہے، اس کا رقبہ ایک لاکھ چوالیس ہزار مربع میٹر ہے، مسجد اقصی کے چودہ دروازے تھے تاہم صلیبی جنگوں کے دوران جب صلاح الدین ایوبی نے جب اس مسجد کو آزاد کروایا تو اس کے چار دروازوں کو بعض وجوہات کی بنا پر بند کر دیا۔ مسجد اقصی کے چار مینار ہیں اور اس کا احاطہ متعدد عمارتوں سے ملکر تشکیل پاتا ہے۔ جن میں محرابیں، منبر، بارہ دریاں، چبوترے اور کنویں وغیرہ پر مشتمل تاریخی آثار بھی شامل ہیں۔ احاطہ مسجد اقصی کے قلب کی حیثیت گنبد صخرہ کو حاصل ہے، جس کو قبۃ الصخرہ بھی کہتے ہیں۔ یہ سنہری عمارت اسلامی فن تعمیر کا حسین نمونہ ہے۔ مسجد اقصی یعنی بیت المقدس کی عمارت اور گنبد صخرہ کی عمارات علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مسجد اقصی اسرائیل کے قیام کے بعد یہودیوں کی سازشوں کا شکار ہے۔ اسرائیل کی جانب سے اس مسجد میں عبادت کرنے پر متعدد پابندیاں عائد ہیں۔ متعدد بار مسجد اقصی کو شہید کرنے کی کوششیں بھی کی گئیں، یہودی اس جگہ ہیکل سلیمانی تعمیر کرنا چاہتے ہیں جس کے لئے مسجد کو شہید کرنے کے لئے سازشیں کرتے ہیں، مسجد اقصی کی حفاظت فلسطینی اور عرب عوام کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔

یہودیوں کی ارض فلسطین پر قبضے کا خواب

ارض فلسطین پر قبضے کا خواب یہودی ہمیشہ سے ہی دیکھتے آئے ہیں تاہم ماضی میں مسلمان اور

عیسائی فوجی طاقتوں کے باعث یہ شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ ماضی میں رومی، عراقی اور دیگر قومیں ارض فلسطین کی حاکم رہیں۔ حضرت عمرؓ نے جب بیت المقدس فتح کیا تو اس وقت عیسائی حکمران تھے۔ اس کے بعد سے ارض فلسطین پر ہمیشہ مسلمانوں کی اکثریت رہی، صلیبی جنگوں کے دوران کچھ عرصہ دوبارہ عیسائیوں کا قبضہ ہوا لیکن سلطان صلاح الدین ایوبی نے آزاد کرا لیا۔ بعد ازاں فلسطین چار صدیوں تک سلطنت عثمانیہ کا حصہ رہا۔ یہودی جو کہ اپنے شر انگریزیوں اور مختلف حکمرانوں کے ناپسندیدہ ہونے کی وجہ سے مختلف ممالک میں بٹے ہوئے تھے انہوں نے سوئٹزرلینڈ کے شہر باسل میں 1897 کے اجلاس میں عالمی صیہونی تنظیم کی بنیاد رکھی۔ اسی تنظیم کے قیام سے ہی یہودیوں میں ایک بار پھر ارض فلسطین پر قبضے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس تحریک کا بانی تھیوڈر ہرزل تھا۔ یہودیوں کی اس صیہونی تنظیم نے اسرائیل کے قیام کے لئے لٹریچر تیار کرنا شروع کیا جبکہ معروف پروٹوکولز بھی بنائے گئے۔ فلسطین میں صنعت، زراعت اور دیگر مقاصد کے لئے زیادہ سے زیادہ زمین کے حصول کے منصوبے بنائے گئے۔ صیہونی تنظیم کا دوسرا اجلاس بھی باسل میں ہی ہوا جس میں پہلے سے بھی زیادہ مندوبین شریک تھے جبکہ 1899 میں ہونیوالے تیسرے اجلاس کے دوران اسرائیل کے قیام کے ناپاک منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے جیوش ایمپریل بنک بنایا گیا جس کے لئے تمام یہودی سرمایہ داروں نے بھرپور فنڈز فراہم کئے۔ اس بنک اور جیوش نیشنل فنڈ کی بدولت یہودیوں نے فلسطین میں خفیہ طریقے سے زمینیں خریدنی شروع کیں۔ 1890 تک فلسطین میں صرف 12000 یہودی آباد تھے جو کہ چند سالوں کے اندر 80 ہزار ہو گئے۔

علیحدہ صیہونی ریاست کا قیام یہود کا ہدف

دنیا کے ہر حصے میں موجود یہودیوں نے علیحدہ صیہونی ریاست کے قیام کو اپنی زندگیوں کا مقصد بنا لیا۔ اس دوران یہودیوں نے سلطنت عثمانیہ کے سلطان عبدالحمید کو باقاعدہ آبادکاری کی درخواست بھی دی۔ سلطان کے انکار پر یہودیوں نے 1901 میں سلطنت عثمانیہ کے تمام قرضے ادا کرنے، فوجی دستے کو تیار کرنے کے لئے فنڈز کی فراہمی اور ساڑھے تین کروڑ دینار قرض فراہم کرنے کی پیشکش کی۔ لیکن ان کی یہ کوشش بھی رائیگاں گئی اور سلطان نے ارض فلسطین میں زیارت کے لئے آنیوالے یہودیوں کے تین ماہ سے زائد رکنے پر پابندی عائد کر دی۔ اب یہودیوں کی سازشوں کا نشانہ سلطنت عثمانیہ تھی۔ ترکی پر 1911 میں جنگ طرابلس اور اگلے ہی سال 1912 میں جنگ بلقان مسلط کی گئی۔ سلطنت عثمانیہ کو جنگ عظیم اول میں الجھایا گیا۔ اس دوران برطانیہ نے عرب ریاستوں کو سلطنت عثمانیہ کے خلاف ابھارا۔ شریف مکہ کو

ساتھ ملا کر ترک افواج کو حجاز سے نکلنے پر مجبور کر دیا گیا۔

صیہونی تنظیم کا برطانیہ سے معاہدہ

برطانیہ نے صیہونی تنظیم سے 2 نومبر 1917 کو بدنام زمانہ خفیہ معاہدہ کیا۔ اسے تاریخ میں اعلان بالفور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہودی سرمایہ دار اور بنک آف انگلینڈ کے بانی روتھ شیلڈ نے اس خفیہ دستاویز پر دستخط کئے۔ اس معاہدے کی رو سے یہودیوں نے برطانیہ کی بھرپور مالی امداد کی جس کے عوض انگریزوں نے اسرائیل کے قیام کی راہ ہموار کرنے کا وعدہ کیا۔ یہودیوں کی شہ پر برطانوی فوج فلسطین پر حملہ آور ہوئی اور دسمبر 1917 میں بیت المقدس برطانیہ کے زیر تسلط چلا گیا۔ مصر، شام، عراق اور دیگر عرب ریاستوں کی علیحدگی کے باعث سلطنت عثمانیہ ٹوٹ گئی، یہ تاریخ کا اہم ترین موڑ تھا۔ برطانیہ نے ایک ہی وقت میں دو الگ الگ معاہدے کئے۔ عربوں کو آزادی اور خودمختاری کا جھانسہ دیا گیا جبکہ یہودیوں سے اسرائیل کے قیام کا فلسطین پر برطانوی قبضے کے بعد معاہدے کے مطابق یہودیوں کی آبادکاری شروع ہوگئی

وقتی طور پر تاج برطانیہ نے جنگ جیتنے کے بعد عرب ممالک کی سرحدوں کا اعلان کر دیا تاہم سرزمین فلسطین کے متعلق کوئی فیصلہ کرنے سے گریز کیا۔ فلسطین میں موجود صرف چھ فیصد یہودیوں کی خاطر چورانوے فیصد فلسطینیوں پر کوالگ ریاست کے حق سے محروم رکھا گیا۔ کیونکہ یہودیوں کی تعداد کم تھی اس لئے لیگ آف نیشنز کے ذریعے فلسطین کا کنٹرول مزید بیس سال کے لئے برطانیہ کو دے دیا گیا۔ انگریز افواج نے اس دوران فلسطینیوں کی آزادی کی تحریک کو سختی سے کچل دیا۔ صیہونیوں کے تنظیم کی ایک یہودی ریاست کے قیام کی منزل واضح ہو چکی تھی، برطانیہ کی بھرپور حمایت کی بدولت یہودیوں کی آبادکاری میں تیزی آ گئی، ان بیس سالوں کے دوران چھ لاکھ سے زائد یہودیوں کو دنیا بھر سے لا کر فلسطین میں بسایا گیا۔

فلسطین کی آزادی کے لئے شیخ القسام کا کردار

1925 میں شیخ عزالدین القسام نے فلسطین کی آزادی اور یہودیوں کے بڑھتے ہوئے تسلط کے خلاف الحرکۃ الجہادیۃ الاسلامیۃ کی بنیاد رکھی۔ 1929 تک فلسطین میں یہودیوں کا اثر و رسوخ اس قدر بڑھ چکا تھا کہ انہوں نے مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے کی کوشش بھی کی۔ 17 دسمبر 1931 کو مفتی القدس الحاج امین الحسینی کی قیادت میں الموتمر الاسلامی منعقد ہوئی جس میں عالم اسلام کے اہم رہنماں نے شرکت کی۔ مصور پاکستان ڈاکٹر علامہ اقبال بھی اس کانفرنس میں شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں ملت اسلامیہ کو ارض فلسطین میں یہودیوں کی بڑھتی ہوئی آبادکاری سے پیدا ہونیوالے خطرات سے آگاہ کیا گیا۔ اس دوران

فلسطینیوں کی جانب سے آزادی اور یہودیوں کی بڑھتی ہوئی بالادستی کے خلاف جدوجہد بھی جاری رہی۔ 1940 تک ایک طرف تو یہودی باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت آباد ہوتے رہے اور دوسری جانب فلسطینی اپنی آزادی کے لئے قربانیاں دیتے رہے۔اسی دوران جنگ عظیم دوئم کا آغاز ہوگیا اور دنیا کی توجہ جنگ کی تباہ کاریوں کی جانب ہوگئی۔

جنگ عظیم دوم کے بعد ارض فلسطین پر یہودی کی تعداد

1945 میں جب جنگ عظیم دوئم ختم ہوئی تو ارض فلسطین پر یہودیوں کی آبادی چھ لاکھ سے تجاوز کر چکی تھی۔ جنگ کے بعد لیگ آف نیشنز کی جگہ اقوام متحدہ کا ادارہ تشکیل پایا جسے اب فلسطین کا مسئلہ حل کرنا تھا۔ برطانوی استعمار اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا اور اس کیلئے ہندوستان اور مشرق وسطیٰ کے ممالک میں اپنا قبضہ برقرار رکھنا مشکل تھا، برطانیہ نے خود فلسطین کو آزاد کرنے کی تجویز پیش کر دی اور اس مسئلہ کو اقوام متحدہ کے سپرد کر دیا، مسئلہ فلسطین کی قسمت کے حوالے سے جنرل اسمبلی میں 29 نومبر 1947 کو قرارداد پیش ہوئی اور امریکہ، برطانیہ اور یہودیوں نے دھمکی، لالچ اور طاقت جیسے ہتھکنڈے استعمال کرکے فسلطین کو تقسیم کرنے کی قرارداد منظور کرائی۔ اس موقع پر اقوام متحدہ کے چارٹر کی صریحا خلاف ورزی کی گئی۔ دو مرتبہ ووٹنگ صرف اس لئے ملتوی کر دی گئی کیونکہ مطلوبہ ووٹ ملنے کی امید نہیں تھی۔ اس قرارداد کی رو سے صرف 6 فیصد رقبے کی ملکیت رکھنے والے یہودیوں کو فلسطین کی 54 فیصد زمین کا مالک بنا دیا گیا۔ یہودیوں نے 14 مئی 1948 کو فلسطین سے برطانیہ کے انخلا کے صرف سات گھنٹے بعد اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ امریکہ نے دس منٹ اور روس نے پندرہ منٹ بعد اس ریاست کو تسلیم کرلیا۔ اسی دن پہلی عرب اسرائیل جنگ کا آغاز ہوا۔ شام، اردن، عراق، لبنان اور مصر کی فوجیں فلسطین میں داخل ہوگئیں۔ عربوں نے انتہائی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ لیکن عرب افواج برطانوی استعمار میں رہنے کی وجہ سے کچھ زیادہ منظم نہیں تھیں۔ اقوام متحدہ اور بڑے ممالک نے مارچ 1949 میں جنگ بندی کرادی۔ اس جنگ کے بعد فلسطین کا 78 فیصد رقبہ اسرائیل کے قبضے میں چلا گیا، غزہ کے علاقے پر مصر، مغربی کنارے اور بیت المقدس پر اردن اور جولان کے پہاڑی علاقے پر شام کا قبضہ ہو گیا۔ یہودیوں نے اس موقع پر مسلمانوں کا بے دردی سے قتل عام کیا اور دس لاکھ سے زائد فلسطینی بے گھر کر دیئے گئے۔ اقوام متحدہ نے ابھی تک اسرائیل کو ابھی تک رکن نہیں بنایا تھا اور شرط عائد کی تھی کہ تمام فلسطینیوں کو ان کے آبائی گھروں میں جانے کی اجازت دی جائے تاہم عالمی ادارہ اپنا یہ وعدہ بھی پورا نہیں

کر سکا اور 11 مئی 1949 کو اسرائیل کو باقاعدہ رکنیت دے دی گئی۔ فلسطینی ہمسایہ ممالک میں مہاجر کیمپوں میں رہنے پر مجبور کر دیئے گئے۔ مصر کی حمایت سے فلسطین میں آزادی کی تحریکوں کی بنیاد رکھی گئی۔ یاسر عرفات کی الفتح تنظیم نے اپنی عسکری سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ الفتح نے اسرائیل پر کئی فدائی حملے کیے اور اس کے مفادات کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا۔ مصر کی جانب سے 26 جولائی 19564 کو نہر سوئز کو قومی ملکیت میں لینے کے فیصلے سے مغربی ملکوں اور اسرائیل میں تہلکہ مچا دیا کیونکہ نہر سوئز اس وقت برطانیہ اور فرانس کی ملکیت میں تھی۔

برطانیہ فرانس اور اسرائیل کا مصر پر حملہ

برطانیہ اور فرانس نے مصر کے اس فیصلے کے خلاف اسرائیل کے ساتھ مل کر سازش کے تحت 29 اکتوبر 19564 کو اسرائیل کے ذریعے مصر پر حملہ کرا دیا جس کے دوران اسرائیل نے جزیرہ نمائے سینا پر قبضہ کر لیا۔ اگلے ہفتے برطانیہ اور فرانس نے بھی نہر سوئز کے علاقے میں اپنی فوجیں اتار دیں۔ برطانیہ اور فرانس کی اس جارحانہ کارروائی کا دنیا بھر میں شدید ردعمل ہوا، امریکہ نے بھی پرزور مذمت کی اور روس نے مصر کو کھل کر امداد دینے کا اعلان کیا۔ رائے عامہ کے اس دباؤ کے تحت برطانیہ اور فرانس کو اپنی فوجیں واپس بلانا پڑیں اور اسرائیل نے بھی جزیرہ نمائے سینا خالی کر دیا۔ اس کے بعد اقوام متحدہ کے دستے مصر اور اسرائیل کی سرحد پر متعین کر دیئے گئے تاکہ طرفین ایک دوسرے کے خلاف جنگی کارروائی نہ کر سکیں۔ غیر ملکی افواج کے کامیاب انخلا سے ناصر عرب دنیا میں ہیرو اور فاتح کی حیثیت سے ابھرے۔ اسرائیلی قیادت کو اس بات کا شدید رنج تھا۔ اسرائیل نے ایک بار پھر عرب ممالک کے خلاف جارحیت کا منصوبہ بنایا اور جون 1967 میں بغیر کسی اعلان جنگ کے اچانک مصر پر حملہ کر دیا اور مصر کا بیشتر فضائی بیڑہ ایک ہی حملے میں تباہ کر دیا۔ مصری فوج جنگ کے لئے تیار نہ تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 6 دن کی اس جنگ میں اسرائیل نے نہ صرف باقی فلسطین سے مصر اور اردن کو نکال باہر کیا بلکہ شام میں جولان کے پہاڑی علاقے اور مصر کے پورے جزیرہ نمائے سینا پر بھی قبضہ کر لیا اور مغربی بیت المقدس پر بھی اسرائیلی افواج کا قبضہ ہو گیا۔ نہر سوئز بھی بند ہو گئی۔ ہزاروں مصری فوجی قیدی بنا لئے گئے اور روسی اسلحہ اور ٹینک یا تو جنگ میں برباد ہو گئے یا اسرائیلیوں کے قبضے میں چلے گئے۔ عربوں نے اپنی تاریخ میں کبھی اتنی ذلت آمیز شکست نہیں کھائی ہوگی اور اس کے اثرات سے ابھی تک عربوں کو نجات نہیں ملی۔

اسرائیل کے خلاف پاکستان فضائیہ کا تعاون

اس جنگ میں پاکستانی فضائیہ نے بھی شرکت کی اور کئی اسرائیلی طیاروں کو تباہ کیا۔بعض ماہرین کے مطابق اسرائیل کی پیش قدمی رکنے کی بڑی وجہ بھی پاکستانی فضائیہ کے حملے تھے۔ اس جنگ کے بعد اسرائیل کے رقبے میں چار گنا اضافہ ہوگیا اور اس نے زبردستی چار لاکھ کے قریب فلسطینیوں کو بے گھر کردیا۔اسرائیل نے مقبوضہ علاقے کی اسلامی شناخت مٹانے کے لئے کوششیں تیز کردیں۔ پانچ سو سے زائد دیہات کو ملیا میٹ کر کے ان کی جگہ یہودی بستیاں تعمیر کر دی گئیں۔اس دوران مزید بیس لاکھ کے قریب یہودی امریکہ، یورپ اور دیگر ممالک سے آکر اسرائیل میں آباد ہو گئے ۔ 1973 میں ایک بار پھر مصر اور اسرائیل کے درمیان جنگ ہوئی۔لیکن اس کے بعد عرب ممالک نے عالمی طاقتوں کے کہنے پر اسرائیل کو تسلیم کرنا شروع کر دیا اور ان کی جانب سے فلسطینیوں کے حمایت یکسر ختم ہوگئی۔مصر نے نہر سوئز کو بحال کرنے کی خاطر اسرائیل سے شرمناک معاہدے کئے۔فلسطینیوں کی تحریک آزادی اور الفتح کی کارروائیوں سے نمٹنے کیلئے اسرائیل نے متعدد بار جارحیت کا ارتکاب کیا۔مسجد اقصی کو شہید کرنے کیلئے بھی شرمناک حربے استعمال کئے جانے لگے۔صرف دو سال بعد ہی مسجد اقصی میں آتشزدگی کا بدترین واقعہ پیش آیا۔اسرائیل نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت مسجد کے بڑے حصے کو آگ لگائی جبکہ اس علاقے کو پانی کی سپلائی بھی بند کر دی۔ ہزاروں مسلمان مرد،خواتین اور بچوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر آگ بجھائی۔اسی واقعے کے نتیجے میں مسلم ممالک کی عالمی تنظیم او آئی سی بنائی گئی۔ 1978 میں مصر نے امریکی دباؤ پر اسرائیل کے ساتھ بدنام زمانہ کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کیا۔ 1982 میں اسرائیلی افواج نے لبنان پر صرف اس وجہ سے حملہ کیا کیونکہ وہاں فلسطینی تحریک آزادی کے دفاتر موجود تھے۔یہودی افواج کی نگرانی میں لبنان کے مسیحی مسلح گروہوں نے فلسطینیوں کے مہاجر کیمپوں صابرہ اور شتیلا میں خونریزی کی بدترین واردات کی جس کے نتیجے میں تین ہزار سے زائد معصوم مسلمان شہید کر دیئے گے۔

مسجد اقصی میں آتشزدگی کا واقعہ

اب فلسطینی عرب ممالک کی حمایت کے بغیر بالکل بے یارومددگار ہو گئے۔اسرائیل نے ایک طرف تو بڑی تعداد میں یہودی بستیوں کی تعمیر شروع کر دی،مغربی کنارے کے فلسطینی علاقے کے گرد فصیل بنا ڈالی جبکہ دوسری جانب غزہ پر حملوں کا سلسلہ بھی جاری رہا۔فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔مغربی کنارہ اور غزہ۔اسی عرصے میں ایران عراق جنگ کے باعث مسلم ممالک فلسطینی مسئلے پر کچھ زیادہ توجہ نہ دے سکے۔یاسر عرفات کی تنظیم الفتح بھی عسکری کارروائیوں کی بجائے مذاکرات کی طرف توجہ دینے لگی اور

اس کا واحد مقصد فلسطین میں ایک با اختیار انتظامیہ کے قیام ہو گیا۔ عالمی طاقتوں کے دباؤ پر یاسر عرفات اور اسرائیل کے درمیان مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا۔ 1988 میں اقوام متحدہ نے ایک قرارداد کے ذریعے فلسطین کو تقسیم کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس طرح پہلی مرتبہ فلسطینی انتظامیہ کے قیام کی راہ ہموار ہوئی۔ اسی دوران عرب ممالک کے رویے سے دلبرداشتہ ہو کر فلسطینی نوجوانوں نے جہادی تنظیموں کی بنیاد ڈالی جن میں سب سے اہم حماس تھی۔

یاسر عرفات اور اسرائیل کے درمیان خفیہ مذاکرات

یاسر عرفات اور اسرائیل کے درمیان خفیہ مذاکرات کے بعد 1993 میں معاہدہ اوسلو سامنے آیا۔ اس شرمناک معاہدے کے تحت الفتح نے اسرائیل کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ 77 فیصد رقبہ یہودیوں کو دینے پر بھی آمادگی ظاہر کر دی۔ اسی معاہدے کے تحت اسرائیلی افواج اگلے ہی سال 1994 میں غزہ سے نکل گئیں۔ اسرائیل کے نکلتے ہی غزہ میں حماس کے اثر و رسوخ میں اضافہ ہوا اور اسرائیل کے خلاف پہلے انتفاضہ میں تیزی آ گئی۔ اس مزاحمتی تحریک کے دوران فلسطینی مجاہدین نے اسرائیل کو بے پناہ نقصان پہنچایا۔ فدائی حملوں اور بم دھماکوں کے ذریعے خوف کی فضا بنا دی گئی۔ اسرائیل کے لئے یہ ایک مشکل وقت تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس نے الفتح کے ساتھ مذاکرات پر آمادگی ظاہر کی۔ اسرائیل نے فلسطینیوں کی مزاحمت کو کچلنے کے لئے ہر قسم کے ظالمانہ حربے استعمال کئے۔ ہزاروں فلسطینیوں کو شہید کر دیا گیا، حماس یا کسی اور جہادی تنظیم کے ساتھ تعلق کی بنا پر سینکڑوں گھرانوں کے مکانات مسمار کر دیئے گئے۔

الفتح اور حماس کے مختلف علاقوں میں اثر و رسوخ

اسرائیلی وزیر اعظم کو 1995 میں فلسطینی نمائندوں کے ساتھ مذاکرات کی پاداش میں اسرائیلی وزیر اعظم اسحاق رابن کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد فلسطینی عوام کی طاقت دو حصوں میں واضح طور پر تقسیم ہو گئی۔ مغربی کنارے میں الفتح اور غزہ میں حماس کا اثر و رسوخ چلتا ہے۔ اسرائیل کے ساتھ معاہدوں اور مسلح جدوجہد ختم کرنے کے باعث الفتح کو عالمی طاقتوں کی پشت پناہی حاصل ہے اور اسی کو عالمی فورمز پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ حماس کی مسلح جدوجہد اور اسرائیل مخالف نظریات کے باعث غزہ اسرائیل کے ظلم و ستم کا شکار ہے۔ حماس کی جانب سے سن 2000 میں بھی مزاحمتی تحریک کا آغاز کیا گیا۔ اس تحریک کا آغاز اسرائیل کی لیکوڈ پارٹی کے سربراہ سابق اسرائیلی وزیر اعظم ایریل شیرون کے ہمراہ دو ہزار سے زائد یہودیوں کا مسجد اقصیٰ پر حملے کے بعد ہوا۔

غزہ پٹی کا محاصرہ

غزہ بحیرہ روم کے ساحل کے ساتھ ساتھ چالیس کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے۔اس کی سرحد مصر کے ساتھ ملتی ہے۔تین اطراف اسرائیل ہے۔غزہ کی آبادی پندرہ لاکھ سے زائد ہے اور اسے دنیا کی سب سے بڑی جیل کہا جاتا ہے کیونکہ یہ علاقہ مسلسل اسرائیل کے محاصرے میں ہے۔اس کی ایک تہائی سے زائد آبادی یعنی پانچ لاکھ افراد مہاجر کیمپوں میں مقیم ہیں۔غزہ میں غذائی اجناس اور ادویات کی فراہمی اسرائیلی اجازت کی مرہون منت ہے۔ اسرائیل کی جانب سے متعدد بار غزہ پر باقاعدہ فوج کشی ہوئی جبکہ فضائی بمباری اور ڈرون حملے بھی لاتعداد مرتبہ کئے گئے جن میں اب تک ہزاروں فلسطینی اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں ۔حماس اور اسرائیل کے درمیان 2009 میں پہلی مرتبہ جنگ بندی کا معاہدہ بھی ہوا تاہم اسرائیل متعدد بار اس کی خلاف ورزی کر چکا ہے۔

مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے کی سازش

ارض فلسطین کے خلاف یہودی سازشوں ،جنگوں اور دیگر واقعات کے ساتھ ساتھ مسجد اقصی کو شہید کرنے کے لئے کی جانیوالی یہودی کوششوں کے متعلق جاننا بھی انتہائی ضروری ہے۔ یہودی تاریخ میں متعدد بار یہ کوشش کر چکے ہیں کہ مسجد اقصی کو منہدم کر کے اس مقام سے مسلمانوں کی عقیدت کی بنیادی وجہ ہے ختم کر دی جائے ۔ یہودی اس جگہ پر ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے کا پروپیگنڈا کرتے ہیں ۔تاریخی روایات کے مطابق جو عمارت ہیکل سلیمانی کے نام سے منسوب کی جاتی ہے وہ دراصل مسجد اقصی ہی تھی جسے حضرت سلمان علیہ السلام نے تعمیر کیا۔ یہودی اسے ہیکل سلیمانی کہنے لگے ۔مسجد اقصی کے یہودی قبضے میں چلے جانے کے بعد ان سازشوں میں تیزی آئی ہے۔مسجد اقصی کو نقصان پہنچانے کے لئے 1948 میں یہودیوں کے ایک مسلح گروہ نے مسجد اقصی کے احاطے میں 55 بم گرائے تھے۔اس کے بعد مسجد اقصی میں آتشزدگی کا المناک حادثہ پیش آیا۔ جولائی 1969 ایک باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت مسجد کے بڑے حصے کو آگ لگا دی گئی۔اس سے مسجد اقصی کے کئی حصے اس آگ سے متاثر ہوئے جن میں مسجد عمر،منبر صلاح الدین ایوبی ،محراب زکریا،مسجد کے دو مرکزی ستون ،اندرونی گنبد اور محراب کو نقصان پہنچا جبکہ مسجد کے اندر موجود خطاطی کے خوبصورت نمونے ،بیش قیمت قالین اور قیمتی سازوسامان بھی جل گیا۔اسرائیلی انتظامیہ نے ایک سازش کے تحت اس روز مسجد کو پانی کی سپلائی بھی بند رکھی تاکہ آگ کو بجھایا نہ جا سکے لیکن ہزاروں مسلمان مرد،خواتین اور بچوں نے کئی گھنٹوں کی انتھک محنت کے بعد اس آگ پر قابو پالیا۔

مسجد اقصیٰ کو بم سے اڑانے کا منصوبہ

1982اور 1983 میں مسجد اقصی کے مسلم گارڈز نے دو بڑے بڑے پارسل پکڑے جن کے اندر ٹائم بم نصب کئے گئے تھے ۔ 1984 میں بھی ایک سرپھرے یہودی گروہ نے مسجد اقصی کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی جنہوں نے ہاتھوں میں دستی بم اٹھا رکھے تھے جبکہ ان کے پاس چھ تھیلے بارود کے بھرے بھی موجود تھے، 1986 میں اسرائیلی فضائیہ کے ایک پائلٹ نے مسجد اقصی کو میزائلوں سے اڑانے کی کوشش کی تاہم قدرت نے مسجد کو محفوظ رکھا، 1990 میں یہودیوں کی ایک بڑی تعداد ہیکل سلیمانی کا سنگ بنیاد رکھنے مسجد اقصی پر حملہ آور ہوئی ۔ مسلمانوں کی مزاحمت پر اسرائیلی افواج نے فائرنگ کر کے 23 نہتے فلسطینیوں کو شہید کر دیا ۔ 28 ستمبر 2000 کو سابق اسرائیلی وزیر اعظم ایرل شیرون کی زیر قیادت دو ہزار یہودی مسجد اقصی کو منہدم کرنے کیلئے آئے ۔اس یہودی جتھے نے زبردستی مسجد اقصی میں داخل ہونے کی کوشش کی تاہم سینکڑوں مسلمانوں نے اپنی جان پر کھیل کر اس حملے کو ناکام بنا دیا ۔ بیت المقدس میں ہر طرف مسلمانوں کی لاشیں گریں اور پھر وہیں سے انتفاضہ دوئم کا آغاز ہوا جو کسی نہ کسی صورت میں آج بھی جاری ہے ۔اس کے علاوہ اسرائیلی انتظامیہ کی جانب سے مسجد اقصی کے چاروں اطراف کھدائی کا سلسلہ بھی جاری رہے ۔ مسجد کی بنیادوں کو کھوکھلا کیا جا رہا ہے ۔جس سے خطرہ ہے کہ مسجد کی عمارت کسی بھی لمحے گر سکتی ہے ۔کئی سرنگیں دریافت ہو چکی ہیں جو کہ مسجد اقصی کے اردگرد کھودی گئی ہیں ۔

پس چہ باید کرد

مسئلہ فلسطین ابھی تک حل طلب ہے ۔اقوام متحدہ اور دیگر عالمی طاقتیں مظلوم مسلمانوں کو ان کا حق دلانے میں ناکام رہی ہیں ۔اسرائیل کو امریکہ اور دیگر ممالک ہر سال اربوں ڈالر امداد دیتے ہیں تاکہ یہ ناجائز ریاست اپنا وجود برقرار رکھ سکے ۔فلسطینیوں کے پاس ابھی تک کوئی باقاعدہ عالمی پہچان نہیں ہے 2011 میں فلسطینی اتھارٹی نے ایک آزاد ریاست کے طور پر اقوام متحدہ کی رکنیت حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن امریکہ اور دیگر ممالک کی جانب سے اسے ناکام بنا دیا گیا ۔عالم اسلام کے ممالک بڑی طاقتوں کے دباؤ پر اس مسئلے سے الگ ہو چکے ہیں جبکہ عرب ممالک اسرائیل کے ساتھ معاہدوں اور مفادات کے شکنجے میں جکڑے ہیں جن کے ہاں اب مظلوم فلسطینیوں کے حق کے لئے آواز اٹھانا ممنوع قرار دیا جا چکا ہے ۔یہ حقیقت ہے کہ اسرائیل کے قبضے اور عالمی طاقتوں کی جانب سے لالچ ،طاقت اور سازشوں کے باوجود ابھی تک مسلمانوں کے دل سے اس خطہ ارضی کی محبت نکالی نہیں جا سکی ۔حکومتوں کی بجائے عوامی تحریکیں اب فلسطینیوں کی حامی ہیں ۔ عالمی امن کے ضروری ہے کہ مسئلہ فلسطین کو انصاف کے تقاضوں کے مطابق حل کیا جائے ۔اگر ایسا نہ ہو سکا تو اس کے باعث دنیا بھر کا امن وامان تباہ و برباد ہو سکتا ہے ۔

حضرت مولانا نور محمد ثاقب٭ (قسط ۱۹)

اُصولِ حدیث

علمِ اُصولِ حدیث میں علماء احناف کی تالیفات وتصنیفات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ربّ العالمین ، و الصّلوۃ و السّلام علی محمّد قائد الغُرّ المحجّلین ، و علی آلِہٖ و أصحابہٖ حَفَظۃِ الکتاب و السُّنّۃ و حَمَلۃِ لواء الدّین ، وَ مَنْ تَبِعَھم بِإحسانٍ مِّن العلماء الرّاسخین ، الّذین ینفون عن الإسلام تحریف الغالین ، و انتحال المبطلین و تأویل الجاھلین۔

اَمّا بعد! بندہ نے پچھلی قسطوں میں علم اُصولِ حدیث ،علوم الحدیث ،علم مصطلح الحدیث اورعلم درایۃ الحدیث میں ہمارے علماء احناف کی آٹھ سو پچاس (۸۵۰) کتابوں کا تذکرہ کیا تھا۔

اَب اِس علم میں اُن کی دیگر کتابیں (مصنفین کی تواریخ وفات کی ترتیب پر) ذکر کی جاتی ہیں جوکہ مندرجہ ذیل ہیں:

۸۵۱۔ "بحر الأسانید من صِحاح المسانید" (فی ثمانمائۃ جزء) تألیف الشّیخ العلّامۃ المحدّث الحافظ أبی محمّد الحسن بن أحمد بن محمّد السّمرقندیّ الحنفی ، المولود سنۃ ٤٠٩ھ ، المتوفّٰی فی ذی القعدۃ سنۃ ٤٩١ھ

(یہ کتاب آٹھ سو اجزاء میں نہایت گرانقدر حدیثی تالیف ہے ، جس میں مولف رحمہ اللہ نے ایک لاکھ احادیث جمع کی ہیں ، علامہ محمد زاہد الکوثری رحمہ اللہ نے " مقدمۃ نصب الرّایۃ " میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر یہ کتاب مرتب ومہذب ہوکر شائع ہوجاتی تو اسلام میں اِس کی نظیر نہ ہوتی۔)

۸۵۲۔ "غُرَر الأخبار و دُرَر الأشعار" (فی ألفاظ الحدیث النّبویّ) تألیف امام الحرمین الشّیخ المحدّث الفقیہ النّاظم سراج الدّین أبی محمّد علیّ بن عثمان بن محمّد بن سلیمان التّیمیّ الأُوشیّ الفرغانیّ الحنفی ، المتوفّٰی بعد سنۃ ٥٦٩ھ

۸۵۳۔ "نصاب الأخبار لِتذکرۃ الأخیار" تألیف امام الحرمین الشّیخ المحدّث الفقیہ النّاظم سراج الدّین أبی محمّد علیّ بن عثمان بن محمّد بن سلیمان التّیمیّ الأُوشیّ الفرغانیّ الحنفی ، المتوفّٰی بعد سنۃ ٥٦٩ھ

٭ سابق قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) سپریم کورٹ آف افغانستان ،وسابق رئیس دارالافتاء المرکزیۃ افغانستان

(مولف رحمہ اللہ نے یہ کتاب اپنی مذکورہ بالا تالیف غُرَر الأخبار و دُرَر الأشعار سے مختصر کر کے تالیف کی ہے، اس میں اُنہوں نے ایک ہزار صحیح احادیث کا انتخاب فرمایا ہے اور یہ کتاب بہت سے ابواب پر مشتمل ہے۔)

۸۵۴. "الأحاديث الموضوعة في الأحكام المشروعة" تأليف الشّيخ المحدّث الفقيه الحافظ ضياء الدّين أبي حفص عمر بن بدر بن سعيد الموصليّ الحنفي، المولود بالموصل سنة ٥٥٧هـ، المتوفّى بدمشق سنة ٦٢٢هـ (یہ کتاب مکتبة الطّرفين طائف، سعودی عرب سے ۱۴۱۲ھ میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔)

۸۵۵. "النّجم الهاديّ السّاري الى حلّ ألفاظ صحيح البخاري" تأليف الشّيخ المحدّث الفقيه جمال الدّين أبي المحامد محمود بن أحمد بن عبد السيّد بن عثمان بن نصر بن عبد الملك البخاري الحَصِيريّ الحنفي، انتهت اليه رئاسة الحنفيّة في زمانه، المولود بِبُخَارىٰ في جمادى الأولى سنة ٥٤٦هـ، المتوفّى بدمشق يوم الأحد، الثّامن من صفر سنة ٦٣٦هـ

(یہ کتاب مکتبة عيدروس الحبشي بالغرفة حضرموت میں مخطوطہ کی شکل میں موجود ہے۔)

۸۵۶. "مَشْيَخَةُ لُؤْلُؤ بن أحمد" لِلشّيخ المحدّث الفقيه النّحوي بدر الدّين أبي الدّر، لؤلؤ بن أحمد بن عبد الله الدّمشقيّ الحنفي، المنعوت بِالنّجيب، المولود بدمشق يوم التّروية سنة ٦٠٠هـ، المتوفّى في رجب سنة ٦٧٢هـ

۸۵۷. "مَشْيَخَةُ البُرْهان الآمِدِي" لِلشّيخ المحدّث البارع برهان الدّين أبي اسحاق ابراهيم بن اسحاق بن يحيى بن اسحاق بن ابراهيم بن اسماعيل الآمِدِي ثمّ الدّمشقي، الحنفي، المولود سنة ٦٩٥هـ، المتوفّى سنة ٧٧٨هـ (اس کتاب کی تخریج و ترتیب صدر الدّين أبوطاهر أحمد بن محمّد بن عليّ بن سعيد الأنصاريّ الدّمشقي، الشّهير بابن امام المشهد (متوفی ۷۷۴ھ) نے کی ہے۔)

۸۵۸. "حاشية "مشارق الأنوار النّبويّة من صحاح الأخبار المصطفويّة" تأليف الامام المحدّث الحافظ الفقيه الأصوليّ المؤرّخ زين الدّين أبي العدل قاسم بن قُطْلُوبُغا بن عبد الله الجَمَاليّ المصريّ الحنفي، المولود بالقاهرة في المحرّم سنة ٨٠٢هـ، المتوفّى بها ليلة الخميس، الرّابع من ربيع الأوّل و قيل من ربيع الثّاني سنة ٨٧٩هـ

۸۵۹. "ثَبَتُ المَرْوِيّات و أسماء الشّيوخ" لِلشّيخ المحدّث الفقيه برهان الدّين ابراهيم بن محمّد بن سليمان بن عون بن مسلم بن مكّي بن رضوان الهلاليّ الدّمشقيّ الحنفي، المعروف بابن عون، مفتيّ الحنفيّة بدمشق، المولود سنة ٨٥٥هـ، المتوفّى ليلة الأحد، السّادس عشر من شوّال سنة ٩١٦هـ

۸۶۰۔ "الخيرات المتوافرة في بيان الأحاديث المتواترة" تأليف الشّيخ العلّامة مُسْنِد الشّام في

عصرِہ شمس الدّین أبی عبد اللّٰہ محمّد بن محمّد بن علیّ بن طُولون الدّمشقیّ الصّالحیّ الحنفی، المولود بِصالحیّة دمشق سنة ۸۸۰ھ ، المتوفّٰی بھا فی الحادی عشر من جمادی الأولٰی سنة ۹۵۳ھ

۸۶۱۔ " ارتقاء الدّرج بترك التّحدیث عمّن دَبَّ و دَرَج " تألیف الشّیخ العلّامة مُسْنِد الشّام فی عصرِہ شمس الدّین أبی عبد اللّٰہ محمّد بن محمّد بن علیّ بن طُولون الدّمشقیّ الصّالحیّ الحنفی ، المولود بِصالحیّة دمشق سنة ۸۸۰ھ ، المتوفّٰی بھا فی الحادی عشر من جمادی الأولٰی سنة ۹۵۳ھ

۸۶۲۔ " النّجوم الزّاھرات فی الرّوایة عن الوحوش و الطّیور و البھائم و الحشرات و السّواکن و الجمادات " تألیف الشّیخ العلّامة مُسْنِد الشّام فی عصرِہ شمس الدّین أبی عبد اللّٰہ محمّد بن محمّد بن علیّ بن طُولون الدّمشقیّ الصّالحیّ الحنفی ، المولود بِصالحیّة دمشق سنة ۸۸۰ھ ، المتوفّٰی بھا فی الحادی عشر من جمادی الأولٰی سنة ۹۵۳ھ

۸۶۳۔ " شرح ألفیّة الزّین العراقی " تألیف الشّیخ العلّامة مُسْنِد الشّام فی عصرِہ شمس الدّین أبی عبد اللّٰہ محمّد بن محمّد بن علیّ بن طُولون الدّمشقیّ الصّالحیّ الحنفی ، المولود بِصالحیّة دمشق سنة ۸۸۰ھ ، المتوفّٰی بھا فی الحادی عشر من جمادی الأولٰی سنة ۹۵۳ھ

۸۶۴۔ " لُقَطُ المرجان فی وفیات الأعیان " تألیف الشّیخ العلّامة مُسْنِد الشّام فی عصرِہ شمس الدّین أبی عبد اللّٰہ محمّد بن محمّد بن علیّ بن طُولون الدّمشقیّ الصّالحیّ الحنفی ، المولود بِصالحیّة دمشق سنة ۸۸۰ھ ، المتوفّٰی بھا فی الحادی عشر من جمادی الأولٰی سنة ۹۵۳ھ

۸۶۵۔ " الأربعون من مَرْوِیّات أربعین قریةً " تألیف الشّیخ العلّامة مُسْنِد الشّام فی عصرِہ شمس الدّین أبی عبد اللّٰہ محمّد بن محمّد بن علیّ بن طُولون الدّمشقیّ الصّالحیّ الحنفی ، المولود بِصالحیّة دمشق سنة ۸۸۰ھ ، المتوفّٰی بھا فی الحادی عشر من جمادی الأولٰی سنة ۹۵۳ھ

۸۶۶۔ " الأحادیث المتواترة " تألیف الشّیخ الامام المحدّث علیّ بن حسّام الدّین بن عبد الملك بن قاضی خان الھندیّ الحنفی ، الشّھیر بِالمتّقی ، نزیل الحرمین ، المولود بِالھند فی مدینة بُرْھانفور سنة ۸۸۵ھ ، المتوفّٰی بمکّة سنة ۹۷۵ھ

(مولف رحمہ اللہ نے یہ کتاب امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی تالیف " قطف الأزھار المتناثرة فی الأخبار المتواترة " سے مختصر کر کے تالیف فرمائی ہے۔)

۸۶۷۔ " مرآة الأیّام فی مرقاة الأعلام " تألیف الشّیخ الفقیہ المؤرّخ القاضی محیّ الدّین محمّد بن أحمد الرّومیّ التّوقیعیّ الحنفی ، الشّھیر بِنشانجی زادہ ، المولود سنة ۹۶۲ھ ، المتوفّٰی بِأدرنة سنة ۱۰۳۱ھ

۸۶۸۔ " خبایا الزّوایا فی الرّجال من البقایا " (مُجلّدٌ فی التّراجم) تألیف الشّیخ الأدیب اللّغوی قاضی القضاۃ شہاب الدّین أحمد بن محمّد بن عمر الخَفَاجی ، المصری ، الحنفی ، المولود بِمصر سنۃ ۹۷۹ و قیل سنۃ ۹۷۷ھ ، المتوفّٰی بھا یوم الثّلثاء ، الثّانی عشر من رمضان المبارک سنۃ ۱۰۶۹ھ

۸۶۹۔ " کفایۃ المستطلع و نہایۃ المتطلّع " (فی مُجلّدین) أسانیدُ مَرْویّات الشّیخ المحدّث الفقیہ المؤرّخ العارف حسن بن علیّ بن محمّد بن عمر العُجَیمیّ المکّیّ الحنفی ، مُسْنِدُ الحجاز علی الحقیقۃ لا المجاز ، المولود بِمکّۃ سنۃ ۱۰۴۹ھ ، المتوفّٰی بِطائف سنۃ ۱۱۱۳ھ

۸۷۰۔ " خبایا الزّوایا " (تَرْجَمَ بہ المؤلّف مشائخہٗ و مَن اجتَمَعَ بھم) تألیف الشّیخ المحدّث الفقیہ المؤرّخ العارف حسن بن علیّ بن محمّد بن عمر العُجَیمیّ المکّیّ الحنفی ، مُسْنِدُ الحجاز علی الحقیقۃ لا المجاز ، المولود بِمکّۃ سنۃ ۱۰۴۹ھ ، المتوفّٰی بِطائف سنۃ ۱۱۱۳ھ

۸۷۱۔ " إشراق الأبصار فی تخریج أحادیث نور الأنوار " تألیف الشّیخ المفسّر المحدّث الأصولی أحمد جِیْوَن بن أبی سعید بن عبد اللّٰہ بن عبد الرزّاق المکّیّ الصّالحی ثمّ الھندیّ اللّکنوی، الحنفی، المولود سنۃ ۱۰۴۷ھ ، المتوفّٰی بِدھلی سنۃ ۱۱۳۰ھ

(یہ کتاب " المطبع المصطفاوی " بمبئی، ہندوستان سے ۱۲۸۸ ہجری میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۸۷۲. " ثَبَتُ أسماء الأشیاخ " (ثَبَتٌ منظومٌ علی حرف النّون فی أسماء أشیاخ المؤلّف) تألیف الشّیخ العلّامۃ المحدّث الفقیہ محمّد سعید بن محمّد أمین سفر ، المدنیّ الحنفی ، المولود بِمکّۃ سنۃ ۱۱۱۴ھ ، المتوفّٰی بِالمدینۃ المنوّرۃ سنۃ ۱۱۹۴ھ

۸۷۳. " أسانیدُ الکُتُب السّتّۃ الصِّحاح " تألیف الامام الحافظ المحدّث الفقیہ المؤرّخ اللّغوی أبی الفیض السیّد محمّد مرتضی بن محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحُسَینیّ الزّبیدیّ الیمنی ثمّ المصری ، الحنفی ، المولود بِالھند فی بلدۃ بِلجرام سنۃ ۱۱۴۵ھ ، المتوفّٰی بِمصر سنۃ ۱۲۰۵ھ

(یہ کتاب دار الکتب المصریّۃ مصر میں مخطوطہ کی شکل میں موجود ہے۔)

۸۷۴. " تخریج أحادیث الأربعین النّوویّۃ " تألیف الامام الحافظ المحدّث الفقیہ المؤرّخ اللّغوی أبی الفیض السیّد محمّد مرتضی بن محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحُسَینیّ الزّبیدیّ الیمنی ثمّ المصری ، الحنفی ، المولود بِالھند فی بلدۃ بِلجرام سنۃ ۱۱۴۵ھ ، المتوفّٰی بِمصر سنۃ ۱۲۰۵ھ

۸۷۵. " العقد المکلّل بِالدّرّ العقیانی فی إجازۃ أولاد شیخنا الغریانی " ثَبَتٌ مُھِمٌّ لِلإمام الحافظ المحدّث الفقیہ المؤرّخ اللّغوی أبی الفیض السیّد محمّد مرتضی بن محمّد بن محمّد بن عبد

الرزّاق الحُسَينىّ الزَّبِيدىّ اليمنى ثمّ المصرى ، الحنفى ، المولود بِالهند فى بلدة بِلجُرام سنة ١١٤٥هـ ، المتوفّى بمصر سنة ١٢٠٥هـ

(مولف رحمہ اللہ نے یہ کتاب اپنے شیخ مسند تیونس محدث، الشمس محمد بن علی الغریانی کے تین بیٹوں محمد الصالح، محمد السوسی اور محمد الشاذلی کو اجازتِ حدیث دینے کے سلسلہ میں تالیف فرمائی ہے، اِس کتاب میں پہلے حدیث الأوّليّة کو بیان کیا ہے۔ پھر امام سیوطی، امام سخاوی، امام ابن حجر اور امام بخاری رحمہم اللہ کی طرف اپنی مختلف اسانید ذکر فرمائی ہیں۔ پھر وہ احادیث مسلسلہ بیان کی ہیں جو اُن کو پہنچ چکی ہیں۔ اِس کے بعد اُن طرقِ مشہورہ کا ذکر کیا ہے جو اُن تک پہنچی ہیں۔ اور آخر میں بہت سے اہم فوائد و لطائف کے ساتھ اِس کا اختتام فرمایا ہے۔)

٨٧٦. " اختصار مَشْيَخَة أبى عبد الله البيانى " تأليف الامام الحافظ المحدّث الفقيه المؤرّخ اللّغوى أبى الفيض السيّد محمّد مرتضى بن محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحُسَينىّ الزَّبِيدىّ اليمنى ثمّ المصرى ، الحنفى ، المولود بِالهند فى بلدة بِلجُرام سنة ١١٤٥هـ ، المتوفّى بمصر سنة ١٢٠٥هـ

٨٧٧. " أنوار القندهار " (بِالفارسيّة ، فى تعريف المؤلّف بِنفسه و شيوخه و أسانيده) لِلشّيخ المحدّث العارف المعمّر رفيع الدّين بن شمس الدّين بن القاضى عبد الملك العمرىّ الحنفىّ النّقشبندىّ القندهارى ، المولود بِقندهار يوم الخميس لِإحدى عشرة بقين من جمادى الآخرة سنة ١١٦٤هـ ، المتوفّى بهاسنة ١٢٤١هـ

٨٧٨. " تخريج أحاديث مكتوبات الإمام الرّبّانى " تأليف العلّامة المحدّث العمدة و الفقيه الزّاهد القدوة الشّيخ عبد الغنى ابن الشيخ الأجلّ المحدّث الفقيه أبى سعيد بن صفىّ القدر بن عزيز القدر بن محمّد عيسى بن سيف الدّين بن محمّد معصوم بن الإمام الرّبّانى أحمد السّهرندىّ العمرى ، الدّهلوىّ المهاجر المدنى ، الحنفى ، المولود بِدهلى فى شعبان سنة ١٢٣٥هـ ، المتوفّى بِالمدينة المنوّرة سنة ١٢٩٦هـ ، دفين البقيع۔ (يه كتاب طبع شده هے)

٨٧٩. " الأحاديث المشتهرة " تأليف الشّيخ العلّامة أبى الحسنات مولانا محمّد عبدالحىّ ابن مولانا محمّد عبدالحليم بن أمين الله الأنصارىّ اللكنوىّ الحنفى ، المولود سنة ١٢٦٤هـ ، المتوفّى سنة ١٣٠٤هـ

٨٨٠۔ " زجر النّاس عن إنكار أثر ابن عبّاس " تأليف الشّيخ العلّامة أبى الحسنات مولانا محمّد عبدالحىّ ابن مولانا محمّد عبدالحليم بن أمين الله الأنصارىّ اللكنوىّ الحنفى ، المولود سنة ١٢٦٤هـ ، المتوفّى سنة ١٣٠٤هـ

٨٨١۔ " رموز الأحاديث على ترتيب حروف الهجاء " تأليف الشّيخ العارف المحدّث الفقيه الواعظ ضياء الدّين أحمد بن مصطفى بن عبدالرّحمٰن الكُمُوشخانوى أصلًا ، الإصطنبولىّ منشأً و موطنًا ، الحنفى ، المولود فى كموشخانه بِولاية طربزون بِتركيا سنة ١٢٢٧هـ ، المتوفّى

بالقسطنطينيّة فى السّابع من ذى القعدة سنة ١٣١١ھ
(مولف رحمہ اللہ نے اِس کتاب میں احادیث کے رموز کو حروفِ ہجاء پر مرتب فرمایا ہے اور اس کے ساتھ اُنھوں نے احادیث کی تخریج کرنے والوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، جس طرح امام سیوطی رحمہ اللہ کا طریقہ ہے۔ یہ کتاب "مطبعة قشلة همايون "آستانہ سے ۱۲۷۵ھ میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

٨٨٢. " لوامع العقول فى شرح رموز الأحاديث" (فى مُجلّدات) تأليف الشّيخ العارف المحدّث الفقيه الواعظ ضياء الدّين أحمد بن مصطفى بن عبدالرّحمٰن الكُمُوشخانوى أصلًا ، الإصطنبوليّ منشأً و موطنًا ، الحنفى ، المولود فى كموشخانه بِولاية طربزون بِتركيا سنة ١٢٢٧ھ ، المتوفّى بِالقسطنطينيّة فى السّابع من ذى القعدة سنة ١٣١١ھ (یہ کتاب مولف رحمہ اللہ کی اپنی مذکورہ بالا کتاب کی شرح ہے۔ جو کہ دونوں یکجا مکتب الصنائع آستانہ سے ۱۲۹۴ھ میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

٨٨٣. " مشجر الأسانيد " لِلشّيخ العلّامة المحدّث المُسْنِد الرّحّالة الرّاوية أبى الخير أحمد بن عثمان بن علىّ العطّار المكّى ثمّ الهندى ، الحنفى ، المولود بِمكّة المكرّمة يوم الإثنين ، الثّانى من ذى القعدة سنة ١٢٧٧ھ ، المتوفّى بِكاتفور الهند فى الحادى عشر من ربيع الآخر سنة ١٣٤٥ھ
(حضرت مولف رحمہ اللہ نے اِس کتاب میں صحاحِ ستہ، موطا، مسند دارمی اور شمائل کی اسانید ذکر فرمائی ہیں، اور آپؒ کی اسانید متنوع و متعدد ہیں۔
یہ ایک نادر ترتیب پر مشتمل ایک عجیب شجرنامہ ہے جس کو دائروں کی شکل میں لکھا ہے۔ ہر دائرہ میں ایک راوی کا نام تحریر ہوتا ہے اور اُس دائرہ کو دوسرے دائرہ سے ملایا ہوتا ہے جس میں اُس راوی کا نام درج ہوتا ہے جس نے اوپر والے راوی سے روایت کی ہو، اور اسی طرح اِس کتاب کے جامع الشیخ احمد ابوالخیر کے نام تک دائرے بنے ہیں۔)

٨٨٤. " حاشية " الأمَم لِإيقاظ الهِمَم ، لِلبرهان ابراهيم الكورانى " تأليف الشّيخ العلّامة المحدّث المُسْنِد الرّحّالة الرّاوية أبى الخير أحمد بن عثمان بن علىّ العطّار المكّى ثمّ الهندى ، الحنفى ، المولود بِمكّة المكرّمة يوم الإثنين ، الثّانى من ذى القعدة سنة ١٢٧٧ھ ، المتوفّى بِكاتفور الهند فى الحادى عشر من ربيع الآخر سنة ١٣٤٥ھ

٨٨٥. " كشف الأستار عن رجال معانى الآثار " تأليف الشّيخ العلّامة المحدّث مولانا أبى التّراب رُشد اللّه شاه السِّنْدىّ الحنفى ، طُبِعَ هذا الكتاب فى " جيّد پريس " بِدهلى ، الهند ، فى ربيع الآخر سنة ١٣٤٩ھ و شَاعَ من دار الإشاعة و التّدريس بِديوبند ، سهارنفور ، الهند
(یہ کتاب امام علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کی کتاب مغانی الأخیار فی رجال معانی الآثار کی بہت عمدہ تلخیص ہے۔)

۸۸۶. " فتح القوی فی أسانید السیّد حسین الحِبْشِیّ العلوی " تألیف الشّیخ العلّامة المُسْنِد المؤرّخ البحّاثة الورع الزّاهد عبد الله بن محمّد غازی الهندیّ الأصل المکّیّ الحنفی ، المولود بمکّة المکرّمة سنة ۱۲۹۰ھ ، المتوفّٰی بھا سنة ۱۳٦٥ھ ، دفین جنّة المعلٰی۔
(مولف رحمہ اللہ نے اس کتاب کو اپنے شیخ علامہ حسین بن محمد الحبشی کی اسانید کے بیان میں تالیف فرمایا ہے۔ یہ کتاب دار ابن حزم بیروت سے ۱۴۱۸ھ میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۸۸۷. " التقدمة و التّعلیق علٰی رسالة أبی داؤد الٰی أهل مکّة فی وصف سُنَنِه " لِلإمام العلّامة المحقّق المحدّث الفقیه الأصولیّ المتکلّم الشّیخ محمّد زاهد بن الحسن الکوثریّ الحنفی ، وکیل المشیخة العثمانیّة سابقًا ، المولود سنة ۱۲۹٦ھ ، المتوفّٰی فی التّاسع عشر من ذی القعدة سنة ۱۳۷۱ھ
(یہ کتاب مطبعة الأنوار قاہرہ، مصر سے ۱۳٦۹ھ میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے، اوراسی طرح ماضی قریب میں الرّحیم اکیڈیمی کراچی سے ۱۴۳۴ھ میں بھی طبع ہوئی ہے۔)

۸۸۸. " تعطیر الأنفاس بِذکر سند ابن أرْکِماس " تألیف الإمام العلّامة المحقّق المحدّث الفقیه الأصولیّ المتکلّم الشّیخ محمّد زاهد بن الحسن الکوثریّ الحنفی ، وکیل المشیخة العثمانیّة سابقًا ، المولود سنة ۱۲۹٦ھ ، المتوفّٰی فی التّاسع عشر من ذی القعدة سنة ۱۳۷۱ھ
(یہ رسالہ مطبعة الأنوار قاہرہ، مصر سے ۱۳٦۹ھ میں، اور الرّحیم اکیڈیمی کراچی سے ۱۴۳۴ھ میں مولف رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا کتاب کے ساتھ طبع ہوکر شائع ہوچکا ہے۔)

۸۸۹. " دراسات الکاشف لِلذّهبی و حاشیته لِسِبْط ابن العَجَمی " (فی أسماء الرّجال و فی الجرح و التّعدیل) تألیف الشّیخ الفاضل العلّامة المحقّق محمّد بن محمّد عوّامة الحَلَبِیّ الحنفی ، نزیل المدینة المنوّرة ، المولود (حفظه الله) بمدینة حَلَب فی الرّابع عشر من ذی الحجّة سنة ۱۳٥۸ھ ، فَرَغَ من تألیف هذا الکتاب یوم الثّلٰثاء ، الرّابع عشر من رمضان سنة ۱٤۱۰ھ
(یہ کتاب پہلی بار ۱۴۱۳ھ میں، اور دوسری بار " دار الیُسر " مدینہ منورہ، " دار المنهاج " جدہ اور " دار قرطبه " بیروت سے ۱۴۳۰ھ میں طبع ہوکر شائع ہوئی ہے۔)

۸۹۰. " أحسن الخبر فی مبادئ علم الأثر " تألیف الشّیخ المحدّث الشّهیر مولانا محمّد حسن جان ابن الشّیخ العالم الکبیر مولانا أبی الحسن علی أکبر جان ، البشاوریّ الحنفی ، المولود بجارسدة ، بشاور یوم الإثنین ، الثّانی من ذی القعدة سنة ۱۳٥٦ھ ، فَرَغَ من تألیف هذا الکتاب یوم الثّلٰثاء الخامس من صفر سنة ۱٤۱٦ھ (یہ کتاب پشاور سے ۱۴۱٦ھ میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۸۹۱. " التّحقيق و التّعليق على شروط الأئمّة " (شروط الأئمّة السّتّة لِلمقدسی ، و شروط الأئمّة الخمسة لِلحازمی) تألیف العلّامة المحدّث الفقيه الأصولیّ الأديب المُسْنِد الشّيخ عبد الفتّاح أبی غُدّة الحَلَبیّ الحنفی ابن محمّد بن بشير بن حسن ، المولود بِحَلَب فی السّابع عشر من رجب سنة ١٣٣٦ھ ، المتوفّٰی برياض قُبيل فجر يوم الأحد ، التّاسع من شوّال سنة ١٤١٧ھ ، دفين المدينة المنوّرۃ۔ (یہ کتاب بیروت، لبنان سے پہلی بار ۱۴۱۷ھ میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۸۹۲. " التّعليق على رسالة أبی داؤد الی أهل مكّة فی وصف سُنَنِه " تأليف العلّامة المحدّث الفقيه الأصولیّ الأديب المُسْنِد الشّيخ عبد الفتّاح أبی غُدّة الحَلَبیّ الحنفی ابن محمّد بن بشير بن حسن ، المولود بِحَلَب فی السّابع عشر من رجب سنة ١٣٣٦ھ ، المتوفّٰی بِرياض قُبيل فجر يوم الأحد ، التّاسع من شوّال سنة ١٤١٧ھ ، دفين المدينة المنوّرۃ۔
(یہ کتاب پہلی بار ۱۴۱۷ھ میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۸۹۳. " التّحقيق و التّعليق على سُنَن الإمام أبی داؤد السّجستانی " (فی خمس مجلّدات ضخام) لِلشّيخ الفاضل العلّامة المحقّق محمّد بن محمّد عوّامة الحَلَبیّ الحنفی ، نزيل المدينة المنوّرة ، المولود (حفظه اللّٰه) بِمدينة حَلَب فی الرّابع عشر من ذی الحجّة سنة ١٣٥٨ھ ، فَرَغَ من هذا التّحقيق و التّأليف فی السّادس عشر من ربيع الثّانی سنة ١٤١٨ھ (یہ کتاب " دار القبلة لِلثّقافة الإسلاميّة " جدہ، سعودی عرب سے پہلی بار ۱۴۱۹ھ میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۸۹۴. " الجزء اللّطيف فی الاستدلال بِالحديث الضّعيف " من افادات الشّيخ البارع المحدّث مولانا مفتی رضاء الحق ابن الشّيخ المحدّث الفقيه مولانا شمس الهادی ، الشّاه منصوریّ الباكستانیّ الحنفی ، أستاذ الحديث و المفتی بِدار العلوم زكريّا فی لينيشيا ، أفريقا الجنوبيّة ، طُبِعَ هذا الكتاب فی مطبعة زمزم ببلشرز ، بكراتشی ، فی شوّال سنة ١٤٢٨ھ
(اس کتاب کی ترتیب وتشریح مولانا محمد الیاس شیخ ، رفیق دارالافتاء دارالعلوم زکریا، لینیشیا، جنوبی افریقہ نے کی ہے۔)

۸۹۵. " بُلُوغ المأمول من خير الأصول " (بِالعربيّة) تأليف الشّيخ المحدّث الفاضل أبی الزّاهر مولانا نور البشر بن محمّد نورالحق اليوسفیّ الحنفی ، أستاذ الحديث و عُلُومِهِ بِالجامعة الفاروقيّة ، كراتشی باكستان ، فَرَغَ من تأليف هذا الكتاب يوم الاِثنين ، الثّالث و العشرين من صفر سنة ١٤٣١ھ (یہ کتاب محدث کبیر علامہ مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کی کتاب خير الأصول فی حديث الرّسول کی شرح اور اُس پر تعلیقات ہیں۔ یہ کتاب مكتبة معهد عثمان بن عفّانؓ کراچی سے

۱۴۳۴ھ میں طبع ہوکر شائع ہوئی ہے۔)

۸۹۶. " دراية الحديث ، المعروف بِأصول الحديث " تأليف الشّيخ الفاضل البارع القاضي مولانا فضل الله بن مصباح الله ، الحنفي ، من مديرية لاهور الصّغير من أعمال صوابي ، باكستان ، المقيم في كيليفورنيا ، أمريكا الشّماليّة ، طُبِعَ هذا الكتاب في بلدة صوابي ، باكستان ، مرّةً في المحرّم سنة ١٤٣٤هـ و أخرىٰ في المحرّم سنة ١٤٣٨هـ

۸۹۷. " شرح مقدمة صحيح مسلم " (بِالأرديّة ، في مُجلّدين ضخمين) تأليف الشّيخ البارع الخطيب البليغ المحدّث مولانا عبدالقيّوم الحقّانيّ الدّيروىّ الحنفي ، الرّئيس والمؤسّس لجامعة أبي هريرة ، خالق آباد نوشهره باكستان ، فَرَغَ من تأليف هذا الكتاب في المحرّم سنة ١٤٣٥هـ (یہ کتاب القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہؓ نوشہرہ سے پہلی بار محرم الحرام ۱۴۳۵ھ میں طبع ہوکر شائع ہوئی ہے۔)

۸۹۸. " اليواقيت الغالية في تحقيق و تخريج الأحاديث العالية " (في أربع مُجلّدات) تأليف الشّيخ العلّامة المحدّث الفقيه المحقّق مولانا محمّد يونس بن شبير أحمد بن شيرعلي ، الجونفوريّ الحنفي ، شيخ الحديث بِالجامعة مظاهر العلوم سهارنفور ، الهند ، المولود بِجونفور ، الهند يوم الإثنين الخامس و العشرين من رجب سنة ١٣٥٥هـ ، المتوفّى يوم الثّلثاء السّادس عشر من شوّال سنة ١٤٣٨هـ

۸۹۹. " الفوائد في عوالي الأسانيد و غوالي الفوائد " تأليف الشّيخ العلّامة المحدّث الفقيه المحقّق مولانا محمّد يونس بن شبير أحمد بن شيرعلي ، الجونفوريّ الحنفي ، شيخ الحديث بِالجامعة مظاهر العلوم سهارنفور ، الهند ، المولود بِجونفور ، الهند يوم الإثنين الخامس و العشرين من رجب سنة ١٣٥٥هـ ، المتوفّى يوم الثّلثاء السّادس عشر من شوّال سنة ١٤٣٨هـ

۹۰۰. " إرشاد القاصد الى ما تكرّر في البخاري بِإسنادٍ واحد " تأليف الشّيخ العلّامة المحدّث الفقيه المحقّق مولانا محمّد يونس بن شبير أحمد بن شيرعلي ، الجونفوريّ الحنفي ، شيخ الحديث بِالجامعة مظاهر العلوم سهارنفور ، الهند ، المولود بِجونفور ، الهند يوم الإثنين الخامس و العشرين من رجب سنة ١٣٥٥هـ ، المتوفّى يوم الثّلثاء السّادس عشر من شوّال سنة ١٤٣٨هـ

اللہ تعالیٰ کے عظیم فضل و مرحمت اور بے پایاں لطف وعنایت سے یہاں تک أصولِ حدیث کے اِس سلسلۂ مضامین میں حضرات علماء احناف کی پوری نو سو (۹۰۰) تالیفات وتصنیفات جلیلہ ومعتبرہ کا تذکرہ قارئین کرام کے سامنے آچکا ہے۔ (الحمد لِلّٰہ) اسی نوع کی جو کچھ باقی ماندہ تالیفات وتصنیفات ہیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آئندہ اُن کو بھی شامل سلسلۂ ہٰذا کیا جائے گا۔ اِن شاء اللہ

مولانا برید احمد نعمانی

بعثتِ خاتم النّبیینؐ کا اعجاز و افتخار

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (الاعراف:۱۵۸)

"(اے رسول! ان سے) کہو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، جس کے قبضے میں تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی زندگی اور موت دیتا ہے۔ اب تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ جو نبی امی ہے اور جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے۔ اور اس کی پیروی کرو تا کہ تمہیں ہدایت حاصل ہو۔" (آسان ترجمہ قرآن)

تشریح وتوضیح:

اس سے قبل آیات مبارکہ میں توریت اور انجیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور دونوں ملتوں سے آپ کی پیروی کرنے والوں کی فضیلت اور دارین میں سعادت کو بیان کیا گیا۔ اب آپ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ اس حقیقت کو واضح کردیں کہ یہ فضیلت و سعادت صرف مومن اہل کتاب کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ جو کوئی آپ کی پیروی کرے گا، اسے بھی یہ شرف حاصل ہوجائے گا۔ کیوں کہ آپ علیہ السلام کی بعثت عام ہے انسان و جنات کے لیے۔ جبکہ بقیہ انبیاء کرام علیہم السلام مخصوص اقوام کی جانب بھیجے گئے تھے۔ (تفسیر ابی السعود)

جبکہ تفسیر کبیر میں علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: "ماقبل میں اہل تقویٰ کیلئے اللہ رب العزت نے اپنی رحمت کے اختصاص کو بیان کیا تھا اور درج بالا آیات مبارکہ میں متقین کے لیے اس رحمت کے حصول کی شرط یہ بیان فرمائی کہ وہ "نبی امی" کی پیروی کریں، جن کی رسالت تمام مخلوقات کو محیط ہے۔

آیت ...... حدیث مبارکہ کے آئینے میں

تفسیر خطیب للشربینی میں آیت مبارکہ کے تحت درج ذیل روایات نقل کی گئی ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے صحیحین میں کہ میں لوگوں کا سردار ہوں گا قیامت کے روز۔

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "لوگوں کو جب قیامت میں اٹھایا جائے گا، تو میں سب سے پہلا انسان ہوں گا، اور جب وفد بن کر (اللہ تعالٰی کے سامنے) آئیں گے تو میں ان کا راہ نما ہوں گا۔ اور جب لوگ (قیامت کی شدت و ہولناکی کے باعث) خاموش ہوں گے تو میں ان کی ترجمانی کروں گا اور جب لوگوں کو قید کردیا جائیگا تو میں ان کا سفارشی ہونگا، اور جب لوگ مایوس ہوں گے تو میں انہیں خوشخبری دونگا، اس دن لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا، اور میں اپنے رب کے یہاں بنی آدم میں سب سے زیادہ عزت واکرام کے قابل ہوں، لیکن اس میں فخر کی کوئی بات نہیں ہے۔ (بحوالہ ترمذی فی المناقب)

(۳) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز میں تمام انبیاء (کرام) کا خطیب اور ان کی شفاعت کا ہم نشین ہوں گا اور اس میں فخر کی کوئی بات نہیں۔ (ترمذی)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یاد رکھو! میں اللہ تعالٰی کا محبوب ہوں، لیکن اس میں فخر کی بات نہیں اور قیامت کے روز حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں، جس کے نیچے آدم اور ان کے علاوہ سب (پیغمبر وانسان) ہوں گے اور میں بروز محشر سب سے پہلا سفارشی اور وہ شخص ہوں گا جس کی سفارش سنی جائے گی اور میں اولین و آخرین میں سب سے زیادہ عزت کے قابل ہوں اور اس میں تکبر (کی) کوئی (بات) نہیں۔ (ترمذی)

(۵) صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میرے بارے میں اس امت کا کوئی بھی شخص خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، سنے اور پھر وہ مجھ پر ایمان نہ لائے تو دوزخ میں داخل ہوگا۔ (کتاب الایمان، صحیح مسلم)

(۶) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے مجھ کو چند باتیں ایسی عنایت کی ہیں جو کسی اور نبی کو عنایت نہیں فرمائیں۔ (۱) ہر نبی خاص اپنی قوم کی ہدایت کے لیے بھیجا جاتا تھا، مجھ کو اللہ نے ہر سیاہ وسفید یعنی عرب وعجم کے لیے بھیجا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (۲) مجھ پر نبوت ختم ہوگئی، یعنی میرے بعد کسی کو منصب نبوت

عطا نہیں ہوگا۔ (اور عیسی علیہ السلام جو اخیر زمانے میں آسمان سے نازل ہوں گے تو ان کو منصب نبوت آپؐ سے چھ سو سال پہلے مل چکا ہے،ان کا نزول ختم نبوت کے منافی نہیں)
(۳) مجھ کو شفاعت کا مقام عطا کیا گیا کہ قیامت کے دن اولین وآخرین کیلئے شفاعت کروں گا۔
(۴) میرے لیے غنیمتیں حلال کردی گئیں ہیں، مجھ سے پہلے کسی نبی کیلئے حلال نہیں کی گئیں۔
(۵) تمام روئے زمین میرے لیے پاک اور موضع صلوٰۃ قرار دے دی گئی کہ میری امت جہاں نماز کا وقت ہوجائے،وہیں نماز پڑھ لے۔(۶) ایک مہینے کی راہ کے فاصلے پر میرے دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا گیا،۷۔اور مجھ کو جوامع الکلم عطا کیے گئے،یعنی ایسے کلمات کہ جن کے لفظ تو بہت تھوڑے اور معنی بہت۔(گلدستہ تفاسیر)

نِکات ومَعارف:

ا: بعثتِ انبیاء کرام کی ضرورت

سوال کیا جاسکتا ہے کہ انسانیت کی رشد وہدایت کے لیے انبیاء و مرسلین کی بعثت آخر کیوں ضروری ہے، چناں چہ اس بحث کو جامع انداز میں امام المفسرین امام رازیؒ نے یوں بیان کیا ہے:

''ضرورتِ رسالت کا دعویٰ چار اصول پر مبنی ہے:

پہلا اصل۔اس امر کو ثابت کیا جائے کہ اس عالم کا ایک زندہ، قادر اور علیم معبود ہے۔ چناں چہ اس پر الذی له ملك السموات والارض کے ذریعے روشنی ڈالی گئی۔آسمان وزمین کے اجسام ایک زندہ، عالم، قادر اور صانع ذات پر ان اَن گنت جہتوں سے دلالت کررہے ہیں ،جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ جبکہ پیش نظر مقام پر ہم (انسانیت کے احکام الٰہیہ کے) پابند ہونے کی خوبی اور انبیاء و مرسلین کی بعثت کو اس اصل سے ثابت کرنا چاہتے ہیں تو فرض کرلیا جائے کہ عالم کے لیے کوئی مؤثر ذات موجود نہیں ہے یا موجود تو ہے،لیکن از خود ہی اس سے سب کچھ سرزد ہورہا ہے،اپنے اختیار سے وہ کچھ نہیں کررہی (اگر ایسا ہے) تو پھر انبیاء ورسل کی بعثت کا قول ناممکن ہوجائے گا۔

دوسرا اصل۔یہ بھی ثابت کیا جائے کہ کائنات کا ایک ہی معبود ہے جو شریک ونظیر اور ضد سے پاک ہے۔ چناں چہ''لا الہ الا ہو'' سے اس کی طرف اشارہ کردیا۔''بعثت رسل'' کو اس کے ذریعے یوں ثابت کیا جائے گا کہ فرض کرلیا جائے کہ کائنات کے دو خدا ہیں،اور ایک نے کوئی نبی مخلوق کی جانب بھیجا۔ تو ممکن ہے کہ انسان کو رسول جس خدا کی عبادت کی دعوت دیں،وہ انسان اس کا پیدا کردہ نہ ہو بلکہ دوسرے کا پیدا کردہ ہو۔ ایسی صورت میں انسان پر اپنے (حقیقی) خالق کی پرستش اور اطاعت لازم ہوگی اور

(دوسرے الٰہ کا) پیغمبر بھیجنا اور طاعت لازم کرنا ظلم و باطل ہوگا۔ لیکن جب ثابت ہوگیا کہ کائنات کا خدا ایک ہی ہے تو اس صورت میں کل مخلوقات اس کی غلامی میں داخل ہوگئیں اور اس معبودِ حقیقی کو حق حاصل ہوگیا کہ وہ مخلوق کو احکام کا پابند بنائے، اوامر و نواہی کے لیے حکم دے۔ اس بحث سے ثابت ہوگیا کہ جب تک معبود کا ایک ہونا ثابت نہیں ہوگا، انبیاء کرام کو بھیجنا اور آسمانی کتابوں کو نازل کرنا جائز نہ ہوگا۔

تیسرا اصل۔ یہ بھی ثابت کیا جائے کہ حق تعالیٰ بعث بعد الموت پر قادر ہیں۔ کیونکہ اگر یہ ثابت نہ کیا جاسکے تو طاعات میں اشتغال اور گناہوں سے احتراز کا فائدہ نہ ہوگا۔ چنانچہ آیت شریفہ میں ''یحی ویمیت'' کہہ کر اس اصل کی طرف اشارہ فرمادیا۔ کیوں کہ اول مرتبہ اللہ رب العزت کی قدرت، پیدائش پر ثابت ہوگئی تو اسی سے احیاء ثانی اور حشر و نشر کا بھی ثبوت مل گیا۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو انسان کی پہلی زندگی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے، لہٰذا اس ذات برحق کی جانب سے مطالبۂ عبودیت غلط نہیں، کیوں کہ جب انسان اللہ کی بندگی میں مشغول ہوگا تو یہ پہلی زندگی کے شکر کے قائم مقام ہوگا۔ علاوہ ازیں جب پہلی زندگی سے دوسری زندگی کا ثبوت مل گیا تو معلوم ہوگیا کہ اللہ بندے کو جزا دینے پر بھی قادر ہیں۔

چوتھا اصل! جب یہ تین اصول درست ثابت ہوگئے تو (چوتھا اصل بھی) معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء و مرسلین بھیج سکتے ہیں اور مخلوق کو احکام کا پابند بنا سکتے ہیں...... چناں چہ فرمایا فامنوا با اللہ ورسولہ (یعنی) جب عموم بعثت انبیاء ثابت ہوگئی تو صراحتاً جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بابت ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے برحق رسول ہیں۔'' (تفسیر کبیر)

۲: مسئلہ ختم نبوت کی حقیقت

''آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام عالم کے لیے تاقیامت ہے، اسی لیے آپ پر نبوت ختم ہے۔ یہی اصلی راز ہے مسئلہ ختم نبوت کا، کیوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیامت تک آنے والی سب نسلوں کے لیے عام ہے تو پھر کسی دوسرے رسول اور نبی کے مبعوث ہونے کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش اور یہی راز ہے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اس خصوصیت کا کہ اس میں ارشادِ نبوی کے مطابق ہمیشہ ایک ایسی جماعت قائم رہے گی جو دین میں پیدا ہونے والے سارے فتنوں کا مقابلہ اور دینی معاملات میں پیدا ہونے والے سارے رخنوں کا انسداد کرتی رہے گی۔ کتاب وسنت کی تعبیر و تفسیر میں جو غلطیاں رائج ہوں گی، یہ جماعت ان کو بھی دور کرے گی، اور حق تعالیٰ کی خاص نصرت و امداد اسی جماعت کو حاصل ہوگی۔ جس کے سبب یہ سب پر غالب آکر رہے گی۔ کیوں کہ درحقیقت یہ جماعت ہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض رسالت ادا کرنے میں آپ کی قائم مقام ہوگی۔ امام رازی نے

آیت "کونوا مع الصادقین" کے تحت بتلایا ہے کہ اس آیت میں یہ اشارہ موجود ہے کہ اس امت میں صادقین کی ایک جماعت ضرور باقی رہے گی ورنہ دنیا کو صادقین کی معیت وصحبت کا حکم ہی نہ ہوتا اور اسی سے امام رازی نے ہر دور میں اجماع امت کا حجت شرعیہ ہونا ثابت کیا ہے، کیونکہ صادقین کی جماعت کے موجود ہوتے ہوئے کسی غلط بات یا گمراہی پر سب کا اجماع واتفاق نہیں ہوسکتا۔" (معارف القرآن: ۹۰/۴)

۳: نظریۂ وحدتِ ادیان کی تردید

"چونکہ آپ کی بعثت عامہ ہے، اس لیے ہر فرد وبشر کے لیے آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں، آپ کا دامن پکڑے بغیر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کرسکتا۔ خواہ کتنی ہی عبادت کرتا ہو، جو ہدایت اللہ کے یہاں معتبر ہے، وہ خاتم النبیین، رسول الانس والجان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتباع میں مرکوز اور منحصر ہے۔ اس سے وحدتِ ادیان کے نظریے کی بھی تردید ہوگئی۔ جو لوگ اپنی جہالت سے یوں کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر ایمان لے آئے اور کسی بھی طریقہ اور دین کے مطابق اللہ کی عبادت کرلے، اسکی نجات ہوجائیگی۔ (العیاذ باللہ) یہ ان لوگوں کی گمراہی کی بات ہے۔ شیطان انسان کو خدا کا منکر رکھنا چاہتا ہے اور اگر کوئی شخص اللہ کو مان لے اور اللہ کے دین پر آنا چاہے تو اسے ایسی باتیں سمجھاتا ہے، جن کی وجہ سے وہ اس دین پر نہ آسکے جو اللہ کے یہاں معتبر ہے۔ وہ اپنے خیال میں دہری بھی رہے اور مذہبی بھی رہے اور پھر آخرت میں نجات نہ پائے اور جہنم میں جائے، یہ شیطان کی خواہش رہتی ہے" (انوار البیان: ۳۹۷/۲)

۴: اقسامِ معجزات

معجزات نبویہ کی دو اقسام ہیں۔ پہلی، جو آپ کی ذات اقدس میں ظاہر ہوئیں۔ ان میں اشرف اور نمایاں معجزہ تو یہ ہے کہ آپ علیہ السلام "امی" تھے، کسی استاذ سے آپ نے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا، کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا، علماء میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کا موقع نہیں ملا، اس لیے کہ مکہ علماء کا شہر نہیں تھا، اور نہ ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی مکہ سے طویل زمانے تک غائب رہے کہ یہ کہنا ممکن ہوجاتا کہ اسی مدت میں آپ نے یہ سارے علوم حاصل کرلیے۔ اس سب کچھ کے باوجود اللہ رب العزت نے آپ پر علم وتحقیق کا دروازہ کھول دیا۔ قرآن کریم نازل فرمایا جو اولین وآخرین کے علوم کا جامع ہے۔ چناں چہ علوم کا اظہار، آپ کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔

دوسری قسم وہ ہے، جو آپ کی ذات سے باہر رونما ہوئے۔ مثلاً شق قمر، انگلیوں سے پانی ابلنا۔ آیت مبارکہ میں پہلی قسم کیلئے "النبی الامی" اور دوسری کیلئے "کلمات" کا لفظ بیان کیا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۵: اتباع، مدارِ نجات ہے: جب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قوی دلائل

سے ثابت ہوگئی تو اس کے بعد ضروری تھا کہ وہ طریقہ بھی ذکر کردیا جائے، جس کے ذریعے آپ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کی تفصیل معلوم ہوسکے۔ چناں چہ اس کا ایک ہی طریقہ ہے.....آپ کے اقوال وافعال کی طرف رجوع اور اتباع۔ اللہ رب العزت نے واتبعوہ کہہ کر اس طرف اشارہ فرمایا۔ متابعت، فعل اور قول دونوں میں ہوتی ہے۔ قولی اطاعت تو یہ ہے کہ مومن امر ونہی، ترغیب وترہیب کے بارے میں آپ علیہ السلام کے ارشادات مبارکہ پر عمل پیرا ہو۔ جبکہ فعلی متابعت یہ ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عمل کیا جائے خواہ اس کا تعلق کیے جانے والے امور سے ہو یا نہ کیے جانے والے امور سے۔ (تفسیر کبیر)

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے کل راستے بند ہیں، بجز اس راستے کے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا۔ (معارف القرآن)

حاصل کلام: یہ اللہ رب العالمین کا بے پایاں فضل وکرم ہے کہ اس نے ہمیں اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا۔ کون نہیں جانتا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لیے رات رات بھر دربار الٰہی میں گریہ وزاری کرتے رہے اور اللہ رب العزت سے امتیوں کی نجات ومغفرت کی دعائیں مانگتے رہے۔ مگر الم انگیز اور کرب آمیز بات یہ ہے کہ آج امت کی اکثریت اوندھے منہ دنیاوی واخروی ہلاکت وبربادی کی جانب لڑکھڑی رہی ہے۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ فتنے، ٹوٹی ہوئی مالا کے دانوں کی طرح پے در پے سامنے آرہے ہیں۔ کچھ غیروں کی سازشوں کا اثر اور کچھ اپنی نفس پرستی، دنیا کی محبت اور موت سے نفرت کا نتیجہ کہ بچاؤ اور اطمینان کا راستہ بجھائی نہیں دے رہا۔ بلاشبہ مادیت اور دجالیت دور حاضر کا عظیم فتنہ ہے۔ تاہم مادیت کے سیلاب بلاخیز کے آگے بند باندھنے کے لیے مذکورہ آیت میں یہ عظیم پیغام موجود ہے کہ ہم اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اونچے مقام ومرتبے کا کسی درجہ احساس کریں اور آپ سے ایمانی وروحانی تعلق ونسبت کے تقاضوں اور مطالبوں پر واقعتاً عمل پیرا ہونے کا آغاز کردیں۔ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وصورت کو خود اپنایا جائے، اہل وعیال، دوست واحباب اور دائرۂ اثر میں بصیرت وحکمت کے ساتھ اس کی مؤثر دعوت دی جائے۔ دشمنان اسلام بہ خوبی جانتے ہیں کہ مکین طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم امت مسلمہ کی آخری جائے پناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ایمانی رشتے اور ربط کو مختلف طریقوں، حیلوں اور سازشوں کے ذریعے مخدوش بنانے کی کوششیں عروج پر پہنچ چکی ہیں۔ حالات مایوس کن، واقعات اعصاب شکن اور خطرات روز افزوں، تاہم اتباع سنت کا عزم بالجزم رکھنے والوں کے لیے نصرت الٰہیہ کا وعدہ یقینی اور حتمی ہے۔ کیا وقت نہیں آگیا کہ اس درس کو ایک مرتبہ پھر پختہ کیا جائے اور عظیم نبوی بشارات کا مستحق بنا جائے؟

جنرل مرزا اسلم بیگ •

ہماری قومی سلامتی کو لاحق خطرات

ہماری اجتماعی قومی زندگی کے ایسے عوامل جو ہماری قومی سلامتی پر اثر انداز ہوتے ہیں ان میں دفاع اور معاشرتی نفسیات (Psycho-social) ہماری قومی طاقت (National Power) کے انتہائی اہمیت کے حامل عناصر ہیں۔ ذیل کی سطور میں ہم ان عناصر کو مختصراً زیر بحث لائیں گے تا کہ جو خطرات لاحق ہیں ان کا تعین کر سکیں۔ یہ خطرات امریکہ اور بھارت کے گٹھ جوڑ کی وجہ سے ہیں اور ستم ظریفی یہ ہے کہ ایک حد تک ان خطرات کا سبب ہم خود بھی ہیں۔

دفاع اور ترقی

اللہ تعالی کے فضل و کرم سے پاکستان کو حربی سازوسامان کی پیداوار کے میدان میں قابل ذکر کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں جن کی بدولت ہم ٹینک، گنیں، میزائل، جنگی بحری جہاز اور جے ایف تھنڈر جیسے ہمہ صفت طیارے بنا رہے ہیں جبکہ ایٹمی طاقت سے چلنے والی سب میرین کی تیاری کا کام جاری ہے۔ ہماری زمینی فوج نے ضرورت کے حربی سازوسامان اور گولہ بارود تیار کرنے کی 90 فیصد تک خودانحصاری حاصل کر لی ہے۔ اس طرح 1990 سے لے کر اب تک پاکستانی فوج کو 40 دن سے زائد تک جنگ لڑنے کی بھرپور صلاحیت حاصل ہے جبکہ بھارت کو بمشکل دس دنوں سے زیادہ جنگ لڑنے کی صلاحیت حاصل نہیں ہے۔ اس کے باوجود بھارت ایک عالمی طاقت بننے کے خواب دیکھ رہا ہے لیکن ایسی طاقت بننے کے اہداف حاصل کرنے کیلئے اسے ابتدائی سطح کی ناکامیوں کا سامنا ہے۔ اس حوالے سے حال ہی میں ٹائمز آف انڈیا میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے:

بھارتی مسلح افواج نے ملکی سطح پر تیار کیے جانے والے طیاروں اور ٹینکوں کو ناقابل بھروسہ قرار دے

• سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان

کرانہیں قبول کرنے سے انکار کردیا ہے۔ تینوں فورسز کی جانب سے کہا گیا ہے کہ ملٹی رول لائٹ ایڈوانس طیارے تیجا کے ایڈوانس ورژن کا استعمال ملکی دفاع سے مذاق کرنے کے مترادف ہوگا۔ جبکہ انڈین آرمی نے ملکی سطح پر تیار کئے جانے والے ارجن ٹینک کو بھی سروس میں لینے سے صاف انکار کردیا ہے۔

فوج نے گذشتہ ہفتے ابتدائی طور پر (FRCVs) 1770 ٹینکوں کے حصول کیلئے عالمی اسلحہ ساز اداروں کو ابتدائی ٹینڈر جاری کیے لیکن ناکام رہے۔دوسری جانب بھارتی فضائیہ 114 سنگل انجن والے طیاروں کے حصول کی کوششوں میں بری طرح ناکام ہے۔

اسی طرح بھارتی وزارت دفاع کی دفاعی پیداوار میں خودانحصاری حاصل کرنے کی پالیسی بھی ناکام ہے۔اس پالیسی کے تحت بھارت کی دفاعی اسلحہ ساز کمپنیوں کو عالمی اسلحہ ساز کمپنیوں کے اشتراک سے جدید اسلحہ سازی کا نظام اور تکنیک کی منتقلی بھی ممکن نہ ہو سکی ہے۔

فوج اور فضائیہ کیلئے یہ سب تکلیف دہ بات ہے ۔ایک طرف تو دفاعی بجٹ ان منصوبوں کی مالیت کے مقابلے میں بہت کم ہے اوردوسری جانب پہلے سے واجب الاداادائیگیوں کی اقساط کیلئے بھی خطیر سرمایہ چاہئے۔فضائیہ کیلئے سنگل انجن والے لڑاکا طیاروں کا منصوبہ جوسویڈن کے گرپین ای (Gripen-E) اورامریکہ کے ایف 16طیارے کی طرح ڈاگ فائٹ کے ماہر ہیں انکی لاگت 1.15لاکھ کروڑ روپے ہے۔

بری فوج اس وقت تک 118ارجون مارک 2 ٹینک لینے پر رضا مند نہیں ہے جب تک 6,600 کروڑ روپے کی لاگت سے تیار ہونے والے یہ ٹینک عملی مظاہرے میں کامیاب نہیں ہوتے۔سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اگرایف آرسی وی(FRDV) کا منصوبہ کامیاب ہوتا ہےتو ایف ایم بی ٹی (FBMT) منصوبہ اپنی موت خودمرجائے گا۔ بھارتی دفاعی پیداوار کی لابی بےتحاشہ وقت اور پیسہ صرف کرکے بلند بانگ دعوے کرتی ہےمگر نتیجہ منفی نکلتا ہے۔ایک لیفٹیننٹ جنرل کے مطابق کیا خودانحصاری کے نام پرعسکری تیاریوں کو قربان کیا جارہا ہے۔

بھارتی فضائیہ کے بقول تیجا طیارے کو جنگ کیلئے حتمی تیاری کرنے میں ابھی وقت لگے گا تب ہی یہ طیارہ آئندہ تین دہائیوں کی ضروریات کیلئے کارآمد ثابت ہوگا۔تاہم محدود رینج اور اسلحہ اٹھانے کی صلاحیت کی وجہ سے تیجا بھارتی فضائیہ کی ضرورتوں کو پورانہیں کرسکتا ۔ایک آفیسر کا کہنا ہے کہ یہ طیارہ امریکی ایف16اورسویڈش گرپین طیاروں کے مقابلے میں صرف پچاس فیصد صلاحیت رکھتا ہےاوردشمن کے مقابلے میں دیگر طیاروں کی حفاظت میں ہی پرواز کرسکتا ہے۔پاکستان اور چین کی جانب سے مشترکہ

خطرے سے نمٹنے کیلئے 42 کے مقابلے میں کم از کم 33 جنگی سکواڈرن کی بھارتی فضائیہ کو ضرورت ہے اور جب تک تیجا مارک ٹو (Teja Mark II) حقیقت کا روپ نہیں دھارتا طاقت کا توازن قائم رکھنے کیلئے سنگل انجن والے لڑاکا طیارے انتہائی ضروری ہیں۔

بلاشبہ بھارت مسلح افواج میں پائی جانے والی شدید کمزوریوں کے مسائل سے دوچار ہے جنہیں دور کرنے کیلئے اسے کافی وقت درکار ہے۔ فی الوقت بھارت Strategic Defence Partnership کے طفیل امریکہ سے چند مخصوص ہائی ٹیک اسلحہ اور عسکری سازوسامان حاصل کر کے وقتی طور پر پاکستان پر سبقت لے جانے کی کوشش کرے گا خصوصا سائبر اور الیکٹرونک وارفیئر کے نظام کو اپنا کر برتری حاصل کر سکتا ہے جس کیلئے اسٹریٹیجک ڈیفنس پارٹنرشپ کے دیگر ممبران سے بھی اسے امداد حاصل ہوگی جن میں اسرائیل آسٹریلیا اور برطانیہ شامل ہیں۔ پاکستان کو اس معاملے پر مطمئن ہو کر نہیں بیٹھ جانا چاہیے بلکہ حاصل شدہ صلاحیت میں مزید بہتری لانے کی سعی کرتے رہنا چاہیے کیونکہ اسٹریٹیجک پارٹنرشپ کے ممبر ممالک کی مدد سے بھارت اپنی کمزوریوں پر جلد ہی قابو پالے گا۔

معاشرتی ونفسیاتی عدم توازن

1947 میں اعتدال پسند (Moderate) مسلمانوں نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا کہ جس کا نظام حکومت جمہوری ہوگا جو قرآن و سنت کے اصولوں پر مبنی ہوگا۔ بعد میں وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے 1973 کے آئین میں اس بات پر مہر ثبت کر دی تھی لیکن اس بڑے کام کی پاداش میں جلد ہی چار اے (4As) (امریکہ آرمی عدلیہ اور اتحادیوں) کے ناپاک گٹھ جوڑ نے انہیں اور جمہوریت دونوں کو منظر سے ہٹا دیا۔ اس کے بعد 2007 میں اس وقت معاملات بدترین شکل اختیار کر گئے جب امریکہ نے پاکستانی قوم کے نظریات کو تبدیل کرنے کیلئے 1.5 بلین ڈالر کی خطیر رقم مختص کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہماری قوم زیادہ تر سیکولر یا لبرل نظریات کی حامل ہو چکی ہے۔ اس کے سبب معاشرے میں نفسیاتی سرکشی پیدا ہوئی ہے جو ایک خطرناک صورت حال ہے۔ کچھ اسی قسم کی صورت حال 1965 میں انڈونیشیا میں بھی پیدا ہوئی تھی جس نے خانہ جنگی کی صورت اختیار کر لی تھی۔

امریکہ نے عالم اسلام کے خلاف سانحہ نائن الیون کے بعد پہلی صلیبی جنگ شروع کی جس میں افغانستان، عراق، لیبیا، صومالیہ، شام اور یمن جیسے مسلمان ممالک کو تباہ کر دیا گیا۔ اب صدر ڈونلڈ ٹرمپ اپنی

مندرجہ ذیل گمراہ کن منطق کے تحت دوسری صلیبی جنگ کا آغاز کرنا چاہتے ہیں:

''اسلام ایک متعدی کینسر ہے جو دنیا کے ایک بلین سات سو ملین لوگوں کے دلوں میں پھیل چکا ہے اور ہمیں اس کا ویسے ہی خاتمہ کرنا ہے جیسا کہ ہم نے کیمونزم اور نازی ازم کا کیا تھا۔ یاد رہے کہ ہم کسی فرقے کی بات نہیں کر رہے بلکہ ہمارے مخاطب من حیث القوم تمام مسلمان ہیں۔''

ٹرمپ کے قومی سلامتی کے مشیر جنرل فلن (General Flynn) کا یہ نظریہ ہے جو اب ٹرمپ انتظامیہ کا حصہ نہیں ہیں اور انہیں روس سے تعلقات کے شبے میں فارغ کر دیا گیا ہے۔

ٹرمپ کا اپنے ایشیائی محور کا حالیہ 9 روزہ دورہ اسی اسٹریٹیجی کا جائزہ لینے اور یقین دہانی حاصل کرنے کیلئے تھا کہ اس منصوبے پر عمل درآمد کیلئے کس طرح پہلے لبنان کو نشانہ بنایا جائے اور جنگ کے دائرے کو وسیع کرتے ہوئے جزیرہ نما عرب کے اردگرد ایرانی اثر و رسوخ کو ختم کر دیا جائے۔ اس کاروائی کا اہم مقصد اسلام کے خطرے کو ہمیشہ کیلئے دفن کرتے ہوئے مشرق وسطی کے نقشے کو از سر نو مرتب کرنا ہے۔ اگرچہ شرمناک پسپائی کے بادل امریکہ کے سر پر منڈلا رہے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اپنے جارحیت کے مرکز کو محفوظ بنانے کیلئے افغانستان پر کنٹرول برقرار رکھنا چاہتا ہے اور اس فتنے کو وسعت دے کر افغانستان کو داعشستان بنا کے تمام علاقائی ملکوں کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔

پاکستان کو گذشتہ تین دہائیوں سے کثیر الجہتی چیلنجز کا سامنا رہا ہے لیکن حکمرانی اور فیصلہ سازی کے عمل کی خرابیوں کے باوجود پاکستان سیاسی لحاظ سے مستحکم ہے اور قومی ادارے اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہے ہیں۔ اب پاکستانی قوم کی نظریں 2018 کے انتخابات پر ہیں جن سے ملک میں جمہوری نظام مضبوط ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کو بین الاقوامی سطح پر مناسب مقام حاصل ہے جس کی بنیاد جارحیت نہیں بلکہ سیاسی و اقتصادی روابط ہیں جو اس دور کا مضبوط ترین اور کارگر ہتھیار ہے اور پورے خطے کو بغیر جنگ لڑے پرامن فضاؤں میں سانس لینے کا ماحول فراہم کرتا ہے۔ معاشرے میں پھیلی ہوئی نفسیاتی سرکشی ہماری اپنی پیدا کردہ ہے جس کے تدارک کیلئے ایک مضبوط معاشرتی اصلاحی نظام کی ضرورت ہے تا کہ صورت حال کو ابتری کی جانب جانے سے روکا جا سکے۔ یہ جمہوری نظام کہ جس کی شکل و صورت ہم نے اپنے ہی ہاتھوں بگاڑ لی ہے اگر قائم رہا اور چلتا رہا تو فلاح کے راستے نکل آئیں گے۔

مولانا محمد اللہ قاسمی
شعبہ انٹرنیٹ، دارالعلوم دیوبند

اسلام کا معاشی انقلاب

اسلام نہ صرف روحانیت ہے اور نہ صرف مادیت؛ بلکہ دونوں کا حسین سنگم ہے۔ اسلام نے مادہ سے احتراز کی تاکید نہیں کہ ہے کہ انسان جوگ اور رہبانیت اختیار کرلے جیسا کہ ہندوازم، بدھ ازم اور عیسائیت وغیرہ میں ہوا، اور نہ انسانی معاشرہ کو مکمل طور پر مادیت کے حوالہ کیا گیا کہ انسان اپنی مادی خواہشات کے سامنے اپنی روحانی تقاضوں سے غافل ہوکر اپنی دنیا اور آخرت دونوں خراب کرلے، جیسا کہ آج کل مغرب کے ساتھ ہورہا ہے۔ اسلام نے انسان کی دنیوی زندگی فلاح وترقی میں مادیت کے کردار کو نہ صرف تسلیم کیا ہے؛ بلکہ اسلامی نظام میں مادیت کو نہایت اعتدال وتوازن کے ساتھ جگہ بھی دی ہے۔ اسلام نے کسبِ حلال کو اہم ترین فریضہ قرار دیا ہے اور تجارت، زراعت، صنعت اور ملازمت وغیرہ کے ذریعہ اپنی روزی خود کمانے کی تاکید کی ہے۔

اسلامی معاشی پالیسی کا یہ بنیادی اصول بیان کیا گیا ہے کہ دولت کی گردش پورے معاشرے میں عام ہونی چاہیے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ مال صرف مال داروں میں ہی گھومتا رہے، مال دار کا مال دن بدن بڑھتا رہے اور غریب روز بروز کنگال ہوتا جائے۔ معاش کے سلسلے میں جو چیز سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے وہ سرمایہ کی گردش ہے۔ سرمایہ کی گردش اگر اس طرح ہو کہ وہ ہر طبقہ کے لوگوں تک پہنچتا رہے تو سب لوگ خوش حال ہوں گے اور اگر وہ صرف چند لوگوں کے درمیان گھومے تو خوش حالی بھی چند لوگوں کے حصے میں آئے گی اور بقیہ لوگ بدحالی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوں گے۔ سرمایہ کی گردش معاشرہ کے جتنے زیادہ افراد کے درمیان ہوگی، اتنی ہی زیادہ اس کی قیمت بڑھتی چلی جائے گی۔ اسلام نے ایسا معاشی نظام برپا کیا کہ دولت پر بااثر لوگوں کی اجارہ داری قائم نہ رہے اور دولت کا بہا امیروں کے ساتھ ساتھ غریبوں کی طرف بھی رہے: کی لا یکون دولة بین الاغنیاءِ منکم (الحشر: ۷)

اسلام کی معاشی پالیسی

اسلام افرادِ معاشرہ کے درمیان معاشی مساوات پیدا کرنا چاہتا ہے۔ معاشی مساوات کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک شخص کے پاس جتنی دولت ہو اتنی ہی دولت دوسرے کے پاس بھی ہو؛ کیوں کہ ایسی

مساوات غیر فطری بھی ہے اور نا قابلِ عمل بھی۔ معاشرے کے ہر فرد کے پاس یکساں مال و دولت ہو ایسا ممکن نہیں ہے۔ ذہنی صلاحیت میں کمی بیشی کے لحاظ سے مختلف افراد کے درمیان فرق ضروری ہوتا ہے؛ کیوں کہ اس کے بغیر حقیقی معنوں میں کوئی موثر تمدنی نظام قائم نہیں ہوسکتا ہے؛ مگر دو انسانوں کے درمیان یہ فرق کا تناسب لامحدود نہیں ہونا چاہیے اور عہدہ کے اعتبار سے اعزازات، رعایتوں اور فضول رسمی تحفظات کے چونچلے ختم کردینے چاہئیں۔ اسلام جس مساوات کو چاہتا ہے، وہ یہ ہے معاشرہ کے تمام افراد کو یکساں مواقع حاصل ہوں اور مال و دولت کی کمی بیشی کے ساتھ ساتھ افراد معاشرہ کے معیارِ زندگی اور مظاہرِ معیشت میں زیادہ فرق نہ ہو۔ اسلام نے وہ تمام فرق جو محض عہدہ اور حیثیت کی بنا پر قائم کیے جاتے ہیں، ان کو مٹا دیا اور صرف نام نہاد مساوات کی جگہ حقیقی تمدنی مساوات اور معاشی انصاف قائم کیا ہے۔

معاشرہ میں سرمایہ کی صحیح گردش کا دوسرا میدان کاروبار اور تجارتی لین دین ہے جو عام لوگوں کے درمیان قائم ہوتا ہے۔ معاصر دنیا میں اس سلسلے میں دو نظریے پائے جاتے نہیں ہیں: ایک قومی ملکیت کا نظریہ اور دوسرے بے قید ملکیت یا بالفاظ دیگر سرمایہ داری کا نظریہ۔ قومی ملکیت کے نظریہ کے تحت اسٹیٹ کے تمام کاروبار کو قومی ملکیت بنا کر قومی ملکیت میں دے دیے جاتے ہیں اور لوگ اپنی اپنی وسعت کے لحاظ سے کام کرتے ہیں اور پھر اس قومی ملکیت سے اپنا حصہ پاتے ہیں۔ قومی ملکیت کا نظام سوویت روس میں بزور اور بہت جوش و جذبہ کے ساتھ نافذ کیا گیا؛ لیکن غیر فطری ہونے کی وجہ سے ناکام ہوگیا۔

دوسری طرف "سرمایہ دارانہ نظام" میں ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بے روک ٹوک اپنی آمدنی مسلسل بڑھاتا چلا جائے۔ اس پر نہ اخلاقی کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے مال میں غریبوں کو کچھ دے اور نہ اس پر ایسی کوئی پابندی ہوتی ہے کہ وہ غریبوں کا مال سودی اور ناجائز ذرائع سے حاصل کرنے سے گریز کرے۔ سرمادارانہ نظام میں اصل مقصود حصولِ زر ہوتا ہے، اس میں رحم دلی، حاجت برآری اور غریب پروری کا کوئی خانہ نہیں ہے۔ اس بے قید نظامِ معیشت کا خاصہ یہ ہے کہ جب یہ اپنی انتہا کو پہنچتا ہے تو دولت ہر طرف سے کھنچ کھنچ کر صرف چند مٹھیوں میں جمع ہوجاتی ہے اور کاروبار پر ان کی اجارہ داری قائم ہوجاتی ہے اور عوام کے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ وہ ان مٹھی بھر سرمایہ داروں کی ملازمت کریں یا ان کے ایجنٹ بن کر ان کے کاروبار کو فروغ دیں۔

مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام نے دولت کا توازن ختم کردیا ہے۔ اسلامی نظام میں معاشرے میں دولت کی گردش بیع و شرا اور جائز تبادلہ پر مبنی تھی؛ لیکن مغرب کے مالی نظام کی بنیاد سود ٹھہرایا گیا جو انسانی تاریخ کے ہر دور میں غریبوں کا خون چوسنے اور کمزور کو مزید کمزور اور دست نگر رکھنے کا ذریعہ رہا ہے۔ آج

اسی نظام کا نتیجہ ہے دولت چند ہاتھوں کی باندی بنی ہوئی ہے اور وہ جس طرف چاہتے ہیں دنیا کے مالی نظام کو گھما پھرا رہے ہیں۔ آج جو مال دار ہے وہ مزید مال دار ہو رہا ہے اور غریب شخص غربت کے دلدل میں دھنستا چلا جا رہا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام لوٹ گھسوٹ کا نظام ہے، اس نظام کا خمیر ہی بخل و حرص سے اٹھایا گیا ہے۔

سود و قمار اور اسلامی نظام معیشت

اسلام نے قومی ملکیت اور بے مہار ملکیت کی دو انتہاں کے درمیان ایک راہِ اعتدال تجویز ہے۔ وہ انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے؛ لیکن وہ کچھ ایسی پابندیاں بھی عائد کرتا ہے؛ تاکہ دولت کی تقسیم کا توازن بگڑنے نہ پائے۔ اسلام نے دولت کا یہ یک طرفہ بہاؤ کو روکنے کے لیے سب سے پہلے اس بات کی کوشش کی ہے کہ ایسے تمام کاروبار قانوناً ممنوع ہوں، جس میں ایک شخص کا فائدہ اور بہت سے لوگوں کا نقصان ہو، جیسے سود، سٹہ، جوا وغیرہ۔ اسلام نے سود کی تمام شکلوں کو حرام و ناجائز قرار دیا ہے؛ کیوں کہ سود کا نظام ایک یا چند اشخاص کے نفع کو یقینی بنانے کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ سود کا مطلب یہ ہوتا ہے سرمایہ دار کے نام خوش حالی کا پٹہ لکھ دیا جائے اور اس کو ہر قسم کے خطرہ اور نقصان سے محفوظ کر دیا جائے۔ دنیا کے ہر کاروبار میں نفع و نقصان کا پہلو ہوتا ہے؛ لیکن سودی قرض وہ کاروبار ہے جس میں خسارہ اور گھاٹے کا کوئی امکان نہیں۔ اس میں ہمیشہ نفع ہی ہوتا ہے۔ اگر قرض دار کنگال بھی ہو جائے تو قانون اس کے گھر کا اثاثہ بیچ کر اصل مع سود سرمایہ دار کو ادا کرتا ہے۔ اس طرح سودی معاملات کے نتیجہ میں دولت کے بہا کا رخ عوام کے بجائے مٹھی بھر سرمایہ داروں کی طرف ہو جاتا ہے۔

موجودہ زمانے کا بینکنگ نظام بھی سودی بنیادوں پر قائم ہوتا ہے، بہ ظاہر اس میں مہاجنی نظام یا ساہوکارانہ نظام جیسی خرابیاں نظر نہیں آتیں؛ لیکن یہ بھی در اصل چند سرمایہ دار سارے ملک کی دولت کم شرح سود پر جمع کر لیتے ہیں اور پھر زیادہ شرح سود پر اس کو کارخانہ داروں اور فیکٹری مالکان کو قرض پر دیتے ہیں۔ اور پھر وہی سامان سودی رقم کے بوجھ کے ساتھ مارکیٹ میں آتا ہے اور تمام خریدار جنھوں نے اپنا روپیہ جمع کر کے صنعتوں کے لیے سرمایہ فراہم کیا تھا، ان ہی کے ہاتھ گراں بیچ کر سود کی رقم حاصل کی جاتی ہے۔ اس طرح سودی معاشیات کے نتیجہ میں خود عوام سے حاصل شدہ دولت اس بات کا ذریعہ بنتی ہے کہ دولت کے بہا کا رخ عوام کے بجائے چند سرمایہ داروں اور صنعت کاروں کی طرف ہو جائے۔ اسلام نے بینکنگ کی مخالفت نہیں کی ہے؛ کیوں کہ بینکنگ در اصل ایک سادہ سی اقتصادی تدبیر کا نام ہے۔ بڑا کاروبار کرنے کے لیے بڑا سرمایہ چاہیے، اس پہلو سے بینکنگ کی ضرورت مسلم ہے کہ عوام کا وہ پیسہ جو ان

کی تجوریوں میں بند ہوتا ہے، اس سے سرمایہ کاری ہو اور اس کا نفع سب کو پہنچے۔ اس نقطۂ نظر سے اسلام کے مطابق بینکنگ کی صحیح بنیاد مضاربت ہے یعنی عوام کو اصل نفع ونقصان میں برابر کا شریک رکھا جائے۔ مضاربت تجارتی عمل میں معاون بننے کے ساتھ دولت کی گردش کو پھیلاتی ہے اور سود دولت کو سمیٹ کر چند ہاتھوں میں پہنچانے کا کام کرتا ہے۔ مضاربت سے عمومی نفع کی صورت پیدا ہوتی ہے؛ جب کہ سود سے استحصال کو فروغ ملتا ہے۔

یہی حال قمار، جوے، سٹہ اور لاٹری وغیرہ کا ہے جس میں لازما ایک فریق کا فائدہ اور دوسرے فریق کا نقصان یا مٹھی بھر افراد کا فائدہ اور پورے معاشرہ کا نقصان ہے۔ یہ کاروبار کچھ لوگوں کے لیے سماج کی کسی حقیقی خدمت کے بغیر روپیہ کا ڈھیر لگا دیتا ہے اور دوسرے بہت سے لوگوں کو کسی بنیادی سبب کے بغیر مفلس اور کنگال بنا دیتا ہے۔

اسلام کا نظامِ زکوۃ وراثت

دولت کی صحیح تقسیم قائم رکھنے اور معاشرہ میں مساوی گردش کو یقینی بنانے کے مقصد سے زکا فرض کی گئی، جس کا اصول ہے کہ مال داروں سے وصول کی جائے اور غریبوں کو ادا کی جائے۔ اسلام غنی اور مال دار کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنا زائد اور اضافی مال راہِ خدا میں خرچ کر کے اللہ تعالی کی رضا حاصل کرے اور اخلاقی عظمت حاصل کرے۔ قرآن کریم میں ہے: فِی اموالِهِم حق لِلسائِلِ والمحرومِ (المعارج: ٢٤-٢٥)

اسلام نے ہر قسم کی ملکیت کا ایک معیار مقرر کردیا ہے، جس کے پاس بھی اس معیار سے زیادہ دولت پائی جائے گی اس سے ہر سال زکا کا لازمی حصہ وصول کیا جائے گا۔ زکا اسلامی معاشیات کا عظیم الشان انقلابی باب ہے۔ اگر کوئی ملک صحیح معنوں میں اسلامی نظامِ زندگی کو قبول کر کے نافذ کرلے تو وہاں افلاس، گداگری اور دیگر معاشی جرائم کا خاتمہ ہوجائے گا۔ نظام زکا دولت کے سمٹا کو روک کر اس کا بہا معاشرہ کے کمزور افراد کی طرف کردیتا ہے۔

علاوہ ازیں، صدقات وخیرات کی خوب ترغیب دی گئی اور مختلف قسم کے کفارات اور فدیوں کی ایسی صورت تجویز کی گئی جس سے غریب افراد کی حاجت روائی کا سامان بھی پیدا ہوگیا۔ اسلام میں اخلاقی حیثیت سے بخل کو سخت قابلِ مذمت قرار دیا گیا۔ سخاوت و فیاضی بہترین صفت قرار دی گئی۔ اسی نظامِ معیشت کے پیش نظر میراث کا ایسا قانون بنایا گیا کہ ہر مرنے والے کی چھوڑی ہوئی دولت اور جائداد زیادہ سے زیادہ وسیع دائرہ میں پھیل جائے اور معاشرہ کے زیادہ سے زیادہ افراد اس سے مستفید ہوں۔

اسلام کا نظامِ تکافل

اسلام کا نظامِ تکافل اسلامی معاشی انقلاب کا اہم حصہ ہے جس میں کسی مذہب وقومیت کے امتیاز کے بغیر ہر فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کو کسی نہ کسی شکل میں اتنا سامان معاش ہر حال میں میسر ہو جائے جتنا اطمینان کیساتھ عام زندگی گزارنے اور متعلقہ حقوق وفرائض کی ادائیگی کیلئے ایک انسان کو درکار ہوتا ہے۔ اس نظام کا مقصد ملکی وقومی دولت کی گردش کا دائرۂ کار چند اغنیا مال دار لوگوں کے درمیان محدود ہونے سے بچانا ہوتا ہے؛ تاکہ عام لوگ کسی کے رحم وکرم کے محتاج نہ رہیں۔ اسلام کا حکم ہے کہ معاشرے کے وہ افراد جو مسکین اور نادار ہوں، یا کسی عذر کی وجہ سے معذور ہوں اور کوئی معاش تلاش کرنے یا روزی کمانے کے لائق نہ ہوں یا مناسب روزگار نہ ملنے کی وجہ سے محتاجی کا شکار ہوں تو ایسے ضرورت مند افراد کی معاشی کفالت حکومت کی اولین ذمہ داریوں میں سے ہے۔ اسی طرح جو ان کے عزیز واقارب ہوں، ان کے ذمہ ایسے افراد کی کفالت ہے اور معاشرہ کے دیگر مال دار لوگوں کو زکاۃ وصدقات اور عطیات سے ایسے افراد کی کفالت کا انتظام کریں۔ اسلام کے نظامِ تکافل میں اولیت اس بات کو حاصل ہے کہ اسلامی ریاست کا کوئی شخص بنیادی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہ ہو۔ اس نظام میں امیر کو ترغیب دے کر اور آخرت کا خوف دلا کر یہ درس دیا جاتا ہے کہ وہ غریب اور محروم افراد تک اس کی ضروریاتِ زندگی بہم پہنچائے۔

خلاصہ کلام

اسلام کا یہی انقلابی نظامِ معاش ہے جو ظہورِ اسلام کے بعد دنیا میں رائج ہوا پوری شان کے ساتھ تیرہ صدیوں تک چلا۔ اس نظام کے زمانے میں انسانوں کو کبھی بھی کوئی بڑا معاشی بحران نہیں پیش آیا۔ تمام لوگوں کے درمیان دولت کی تقسیم اور اس کا توازن قائم رہا۔ مختلف اسلامی حکومتوں کے زمانے میں عوام الناس کی معاشی فارغ البالی ایک تاریخی حقیقت ہے۔ مسلمان ملکوں کی معاشی بہتری اور دولت کی ریل پیل ہی وہ وجہ ہے جس کی بنیاد پر مشرق کے اسلامی ممالک مغرب کے سرمایہ دار اور استعماری ملکوں کا نشانہ بنے اور آج بھی وہ اس سے نجات نہیں پا سکے ہیں۔

اسلامی نظام میں ہر ملک اور خطہ کے لوگوں کو مقامی سطح پر معاش اور رزق کے ذرائع مہیا تھے اور انھیں اس کے لیے نقلِ مکانی کی ضرورت کم ہی پڑتی تھی؛ لیکن آج دنیا میں سب سے زیادہ نقلِ مکانی معاشی ضرورتوں کی بنیاد پر ہو رہی ہے اور لاکھوں افراد ادھر سے ادھر منتقل ہو رہے ہیں۔ بے جا معاشی ضروریات کی وجہ سے لوگ زندگی کے حقیقی آرام سے محروم اور ترفہ وعیش کے سامانوں کی کثرت کے باوجود ذہنی سکون کی دولت سے ناآشنا ہیں۔

مغربی نظام سے دولت کی بے جا ہوس لوگوں کے دلوں میں پیدا کر رکھی ہے اور دنیا کی چمک دمک

دکھا کر لوگوں کو ہر جائز و ناجائز ذرائع سے دولت کمانے پر اکسار ہا ہے۔ مغرب نے مشین ایجاد کر کے ملک کے مال دار ایک معمولی طبقہ کو ساری دولت کا مالک بنادیا اور بقیہ پورے معاشرہ کو اس کا نوکر۔ ایک شخص جس کے پاس بے انتہا دولت ہے وہ فیکٹری لگاتا ہے اور پوری قوم اس کے یہاں نوکری کرتی ہے۔ عوام الناس اپنی محنت سے جو سامان تیار کرتے ہیں، اس کے منافع کا بڑا حصہ خود ایک مالک کے ہاتھ چلا جاتا ہے اور اس کا ایک معمولی ٹکڑا معاشرے کے ایک بڑے حصہ میں تقسیم ہوتا ہے جو اس کی محنت کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتا۔

اسلامی معاشرہ میں عام پبلک اور حکم رانوں کے درمیان سیاسی اختیارات کے سوا اور کسی حیثیت سے کوئی زیادہ فرق نہیں تھا۔ ایک عام شخص کے جو شہری حقوق ہوتے تھے، وہی بڑے سے بڑے عہدہ دار کے ہوتے تھے۔ سرکاری خزانوں سے وزیروں اور گورنروں کو اتنا ہی حصہ ملتا جتنا عام شہریوں کو۔ یہی وجہ تھی کہ ملک کی دولت معاشرہ کے تمام افراد تک یکساں پہنچتی تھی اور ہر طرف خوش حالی کا دور دورہ تھا؛ چناں چہ عرب میں یہ حال پیدا ہو گیا کہ شہروں میں لوگ صدقات کی رقمیں لیے پھرتے تھے اور کوئی اسے لینے والا نہیں ملتا تھا۔ (بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند نومبر ۲۰۱۶)

مکتبۃ الایمان کراچی کی اصلاحی، دعوتی اور معلوماتی کتب جو ہر گھر کی ضرورت ہیں

	نام کتاب	مصنف / مؤلف
اصلاحی بیانات	ایمان کے تقاضے (۴ جلد)	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب
	پر اثر بیانات (۳ جلد)	حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب
	تربیتی بیانات (۳ جلد)	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب
	رہن سہن کے اسلامی طریقے	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب
	مجالس عثمانی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب
	خطبات داعی اسلام	حضرت مولانا کلیم صدیقی صاحب
تربیتی اور دعوتی کتب	سنن و آداب (۱۹۰۰ سنتیں)	حضرت مفتی ابو بکر بن مصطفیٰ پٹنی صاحب
	تاثرات مفتی اعظم	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب
	مشاہدات و تاثرات	حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب
	تحفۂ مدارس اور علماء و طلباء سے خطاب	حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب
	اسلامی گزارشات	حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب
	مقالات امینی	حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب
اسلاف و اکابر	جنید جمشید ایک عہد ساز شخصیت	محمد عدنان مرزا جنید جمشید صاحب کی زندگی کیسے بدلی؟ حالات زندگی، اکابر علماء اور دانشور حضرات کے تاثرات اور نعتوں کا مجموعہ

بذریعہ ڈاک کتب منگوانے کے لیے واٹس ایپ نمبر 03212466024

بحث ونظر:
ڈاکٹر عتیق الرحمن قاسمی٭

سرسید احمد خاں کا نظریۂ تعلیم

(ایک جائزہ)

سرسید احمد خاں کی ولادت ۵/ذی الحجہ ۱۲۳۲ھ مطابق ۱۷/اکتوبر ۱۸۱۷ء کو ہندوستان کی راجدھانی دہلی میں تراہہ بیرم خان کے قریب اپنے نانا خواجہ فرید کی حویلی کے اس حصے میں ہوئی جو خواص پورہ کہلاتا تھا۔ (۱)

باپ کی نسبت سے سید تھے، آپ کا سلسلۂ نسب نویں امام محمد تقی تک جا پہنچتا ہے، اسی وجہ سے سرسید اپنے کو "تقوی سید" کہتے تھے۔ سرسید کے والد ایک درویش صفت انسان تھے جو میر تقی ولد سید ہادی کے نام سے مشہور تھے، نقشبندی بزرگ شاہ غلام علی کے مرید تھے۔ (۲)

آپ کی بچپن کی تربیت زیادہ تر ان کی والدہ نے انجام دی جو بڑی دانشمند خاتون تھیں۔ بچپن کے مادری ماحول نے ان پر خاصا اثر کیا، دہلی میں ان دنوں اسلامی علوم کے دو بڑے مراکز تھے۔ ایک شاہ عبدالعزیز کا مدرسہ اور دوسرا مرزا مظہر جان جاناں کے جانشین غلام علی کی خانقاہ، سرسید نے دونوں سے فیض حاصل کیا شاہ غلام علی نے ان کا نام احمد رکھا تھا، اور سرسید کی بسم اللہ کی تقریب بھی شاہ صاحب کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ (۳)

سرسید کی تعلیمی ابتداء اسلامی اصولوں کے مطابق ہوئی، پہلے قرآن مجید پڑھا پھر فارسی کی درسی کتابیں، مولانا حمید الدین سے کریماء خالق باری اور آمد نامہ پڑھا، مولانا حمید الدین کے انتقال کے بعد دوسرے استاد سے سعدی کی گلستاں، بوستاں عربی میں شرح ملا، شرح تہذیب، مختصر المعانی، اور مطول کا کچھ حصہ پڑھا، ہندسہ اور ریاضی کی تعلیم اپنے ماموں زین العابدین سے اور طب کی تعلیم حکیم غلام حیدر سے حاصل کی (۴)

٭ شعبۂ دینیات (سنی)، اے۔ ایم۔ یو علی گڑھ

متعدد اساتذۂ کرام سے پڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنا مطالعہ الگ سے جاری رکھا،سرسید کے شرف علم کے متعلق یہ واقعہ بھی مشہور ہے کہ جب سرسید دہلی سے قائم مقام صدرامین ہوکر روہتک جانے لگے اس وقت مولوی نوازش علی سے تکمیلِ تعلیم کررہے تھے۔مولوی نوازش علی سے کہا۔آپ میرے ساتھ چلئے!انہوں نے عذر کیا کہ میرے پاس بہت سے طالب علم ہیں،ان کوچھوڑ کر کیسے چلاجاؤں،سرسید خاں نے کہاسب کولیکر چلئے!ان کے مصارف کامیں ذمہ دارہوں،مولوی صاحب بڑے حیران ہوئے،آخر سرسید مولوی صاحب کواوران کے تمام شاگردوں کولے گئے،اور جب تک روہتک رہے،سب کے اخراجات کے کفیل رہے۔سرسید کازمانۂ شباب رنگین صحبتوں میں گزراتھا،باغوں میں گھومنا پھرنا،تماشے وغیرہ دیکھنا،ہررنگ کے جلسوں میں شرکت کرنا،آپ خودبھی بہت حاضر جواب تھے،لیکن جب آپ کے بھائی کاانتقال ہوگیاتو آپ کادل ان تمام رنگین ماحول سے اچاٹ ہوگیا،آپ کے پہناوے میں جواس وقت بانکپن سمجھاجاتاتھا،بالکل بدل ڈالا،سر کے سارے بال کٹوادیے،داڑھی بڑھادی،کرتہ زیب تن کرلیا،رنگین مزاج نوجوانوں کی صحبت رفتہ رفتہ کم ہونے لگی اورروز بروز مولویت کارنگ چڑھنے لگا۔

سرسید کے والد کوشاہی محل سے تنخواہ ملتی تھی۔لیکن والد کے انتقال کے بعد ذریعۂ آمدنی بند ہوگیا،جوملکیت آپ کے والد کے پاس تھی وہ ضبط کرلی گئی اب آپ کونوکری کاخیال پیداہوا،سرسید کے خالومولوی خلیل اللہ خاں دہلی میں صدرامین تھے۔خالو نے سرسید کو ۱۸۳۸ء میں اپنی کچہری میں سررشتہ دار مقررکردیا۔اسکے بعد ۱۸۳۹ء میں سرسید آگرہ کے کمشنری دفتر میں نائب منشی مقررہوگئے۔اسی دفتر میں کام کے دوران آپ نے منصفی کاامتحان پاس کیا۔دسمبر ۱۸۴۱ء میں منصف مین پوری کے عہدہ پر آپ فائز ہوئے۔اگلے ہی مہینے جنوری ۱۸۴۲ء میں مین پوری چھوڑکرآپ فتح پورسیکری تشریف لے آئے۔یہاں آپ نے تقریباً چاربرس منصفی کاعہدہ سنبھالے رکھا۔

سرسید نے اپنی عمر کے ۴۵ برس ملازمت میں گزارے،اس دوران وہ سرکاری فرائض کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف اورترویج وعلوم کیلئے کوشاں رہے،سرکاری ملازمت کوجب اپنے مشن میں حائل دیکھا تواس سے کنارہ کشی اختیارکرلی اورقومی مصلح کی حیثیت سے سرگرم عمل ہوگئے۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف سرسید کی فکراورعصرجدید کے تقاضے میں سرسید کے حوالہ سے لکھاہے کہ سرسید نے ہندوستانی عوام کوخطاب کرتے ہوئے کہا:

"جب میں اپنے ہم وطنوں کے حال پرنظرکرتاہوں تودیکھتاہوں کہ وہ گزشتہ حالات سے اس قدر ناواقف ہیں کہ آئندہ رستہ چلنے کوانکے پاس کچھ بھی روشنی نہیں ہے،وہ نہیں جانتے ہیں کل کیاتھا

اور آج کیا ہے۔وہ اس سب کچھ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ کل کیا ہوگا۔وہ نہیں جانتے کہ دنیا میں جو بہت چھوٹی چھوٹی قومیں تھیں،انہوں نے کیوں کر ترقی پائی ہے؟اور کس طرح وہ ایک بڑے شاندار اور سایہ دار درخت کی مانند ہوگئیں؟وہ نہیں جانتے کہ جو بڑی بڑی قومیں ایک بڑے میوے دار درخت کی مانند پھول رہی تھیں وہ کیوں کر مرجھا گئیں؟''۔ (۵)

سرسید نے جب یہ دیکھ لیا کہ ان کی تمام تحریکیں کامیاب ہورہی ہیں تو اخیر عمر میں خود یہ اعتراف کرتے ہیں کہ میری زندگی کا جو مقصد تھا وہ تقریباً پورا ہوگیا۔آپ اپنی خودنوشت سوانح میں رقمطراز ہیں۔

''عمر کے اس مقام پر یہ محسوس کرتے ہوئے مجھے بڑی راحت ہوتی ہے کہ بہت سالوں سے میرا جو عزم رہا ہے،اور جو اب میری زندگی کا واحد مقصد ہے،جس نے جہاں ایک جانب میرے ہم وطنوں کی استعداد کو ابھارا ہے وہاں دوسری طرف انہیں انگریزی رعایا سے ہمدردی حاصل ہوئی ہے،اور اپنے حاکموں کا تعاون حاصل ہوا ہے،اب جبکہ میری زندگی کے چند سال باقی ہیں،جو ختم ہو جائینگے اور میں تمہارے درمیان موجود نہیں ہونگا''۔ (۶)

سرسید کی تحریروں اور سرگرمیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اکتوبر ۱۸۷۰ء کو آپ انگلینڈ سے ڈیڑھ سال بعد ہندوستان واپس تشریف لائے تو ایک نئے عزم وارادہ لئے ہوئے تھے،اور قومی تعلیم کے سلسلے میں اپنے خیالات کو باضابطہ مرتب کر چکے تھے۔واپسی کے تقریباً دو ماہ بعد ۲۴ دسمبر ۱۸۷۰ء کو سرسید نے تہذیب الاخلاق کا پہلا پرچہ شائع کردیا،اس پرچہ کا مقصد قومی تعلیم کیلئے نئی دعوت وفکر عمل دینا تھا۔''سرسید احمد خاں اوران کا عہد'' کی مصنفہ ثریا حسین سرسید کی تحریر کے حوالہ سے لکھتی ہیں:

''اسٹیل اور ایڈیسن کی خوش قسمتی تھی کہ ان کے زمانے کے لوگ ان کی تحریروں کو پڑھتے تھے اور قدر کرتے تھے،اور ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہماری تحریروں کو مذہب کے خلاف کہا جاتا ہے،اور ان کا پڑھنا باعثِ عذاب سمجھا جاتا ہے،اسٹیل اور ایڈیسن بنے بنائے دل اپنی طرف جھکاتے تھے ہم کو مشکل ہے ہمیں دل بھی بنانا ہے،اور ہمیں ہی اس کو جھکانا ہے،ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم ایک مسکین پرچہ کے ذریعے ہندوستان میں وہ کچھ کریں گے،جو کچھ ایڈیسن اور اسٹیل نے انگلستان میں کیا،بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جہاں تک ہم سے ہوسکتا ہے ہم اپنا فرض پورا کرتے ہیں''۔ (۷)

۱۸۷۵ء میں انڈیا میں انگریزی تعلیم ترقی کر چکی تھی،لیکن اسکے باوجود ملک میں مسلم گریجویٹ کم و بیش بیس کے آس پاس ہی تھے،لیکن مسلمانوں کو اپنی تعلیمی پسماندگی کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں تھا،وہ اپنے قدیم علوم پر فخر کرتے تھے،یہی وجہ تھی کہ بے روزگاری اور افلاس کا بڑا سبب جدید علوم وفنون سے ناواقفیت

تھی، یہ تمام باتیں سرسید کو پریشان کئے ہوئے تھیں، جب آپ نے حالات پر غور وفکر کیا تو آپ نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ:

''جو علوم مسلمانوں میں مروج ہیں وہ بلاشبہ غیر پسند ہیں اور حسب احتیاج وقت نہیں ہیں اور باعث ان کی مفلسی اور محتاجی کا ہیں، کیونکہ مفلسی کا اصل سبب جہل ہے اور غیر مفید علوم کا عالم اور جاہل برابر ہے اسلئے لوگوں کو ان سے نہ تو کچھ فائدہ پہونچا ہے اور نہ ہی وہ خود اپنا کچھ بھلا کر سکتے ہیں تو اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ لوگ اول مفلس اور محتاج پھر نالائق اور کاہل اور پھر ذلیل وخوار اور پھر چور بدمعاش ہوتے ہیں''۔(۸)

سرسید کی ان تمام گفتگو سے آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انکے نزدیک مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح کیلئے تعلیم کتنی ضروری ہے، وہ چاہتے تھے کہ مسلمان اس ضرورت کو محسوس کریں۔ ۲۶ رمئی ۱۸۷۳ء کو سرسید نے پٹنہ میں ایک مجمع کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

''کہ جس وقت اولاد کی تربیت کا ذکر آتا ہے تو رئیسوں اور دولت مندوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اپنی اولاد کی تعلیم خاص اپنے اہتمام سے اور ہر ایک علم کے عالم نوکر رکھ کر بخوبی کرسکتے ہیں، بعض کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم کو اپنی ہی اولاد کی تعلیم وتربیت کرنی کافی ہے مگر یہ ایک بڑی غلطی ہے جو اپنی اولاد کے ساتھ دشمنی ہے''۔(۹)

سرسید نے مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ آپ اپنا انتہا پسندانہ رویہ ترک کرو اور جب انگریزی علوم سے آراستہ وپیراستہ ہوں گے، تبھی حالات پر قابو پاسکتے ہو، سرسید یہ چاہتے تھے کہ لوگ شعر و شاعری اور قوالیوں کی محفل اور اس طرح کی دوسری خرافات سے اپنے کو باز رکھیں، زندگی کی حقیقت سے آشنا ہو آئیں، انگریز چونکہ سائنس ٹیکنالوجی اور اس جیسے دوسرے علوم میں بہت ترقی کر چکے ہیں سب ان کو اپنا آئیڈیل بنائیں ان سے استفادہ کریں۔

۲۲ رجنوری ۱۸۸۳ء کو سرسید نے لدھیانہ میں اپنے لیکچر میں کہا کہ:

''انہوں نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اپنے عزیز اور پیارے بچوں کو غارت نہ کرو انکی پرورش کرو ابھی وقت ہے اور تم سب کچھ کر سکتے ہو، مگر یاد رکھو میں یہ پیشن گوئی کرتا ہوں کہ اگر اور چند روز تم اسی طرح غافل رہے تو ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ تم چاہو گے کہ اپنے بچوں کو تعلیم دو مان کی تربیت کرو، مگر تم سے کچھ نہ ہو سکے گا، میں جو کچھ کہتا ہوں تمہارے بچوں کی بہتری کیلئے کہتا ہوں، تم انہیں پر رحم کرو اور ایسا کچھ نہ کرو کہ آئندہ کو پچھتانا پڑے''۔(۱۰)

حیات جاوید کے مصنف الطاف حسین حالی سرسید کے انتقال کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"انتقال سے پہلے ۲۴ر مارچ ۱۸۹۸ء کو احتباس بول کا عارضہ لاحق ہوا، ۲۹ر کی صبح سے نہایت تیز سر درد لاحق ہوا اسی دن شام کو شدید لرزہ کے ساتھ تپ چڑھی اور تھوڑی سی دیر میں ہذیان کی صورت پیدا ہوگئی اور تین گھنٹے سخت کرب اور بے چینی کے بعد رات دس بجے حاجی اسماعیل خاں کی کوٹھی میں (جہاں تقریباً دس بارہ روز سے موجود تھے) وفات پائی"۔ (۱۱)

حقیقت یہ ہے کہ سرسید یہی چاہتے تھے کہ مسلمان ایسے مقام پر پہونچ جائے اور آنے والی نئی نسل کو ترقی دے اور اسے مہذب بنانے میں مددگار ہو، کیونکہ آپ کو اندازہ ہوگیا تھا کہ انگریزوں کو صرف تعلیم ہی کے ذریعہ زیر کیا جاسکتا ہے، ان کو مادی طاقتوں سے شکست دینا ہمارے بس سے باہر ہے، اسکے لئے جدید تعلیم کا حاصل کرنا ضروری ہے، بغیر جدید تعلیم کے مسلمانوں کا مستقبل تاریک ہے۔

چنانچہ وہ خود ایک جگہ رقمطراز ہیں:

"میں ہندوستانیوں کی ایسی تعلیم چاہتا ہوں کہ اسکے ذریعہ ان کو اپنے حقوق حاصل ہونے کی قدرت ہوجائے"۔ (۱۲)

سرسید کے افکار وخیالات کی روشنی میں ہمیں اپنا تعلیمی سفر جاری رکھنے کی آج بھی اشد ضرورت ہے، سرسید نے جو تحریک شروع کی تھی اس کو آگے بڑھانا ہم سب کا فرض منصبی ہے۔

﴿حواشی﴾

۱- سرسید احمد خان، خودنوشت حیات سرسید (ضیاء الدین لاہوری)، ص:۴۳، عاکف بکڈ پو نئی دہلی ۲۰۰۵ء۔

۲- ثریا حسین، سرسید احمد خان اوران کا عہد، ص:۲۹، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ۲۰۰۶ء۔

۳- سرسید احمد خان اوران کا عہد، ص:۳۱۔

۴- خلیق احمد نظامی، سرسید احمد خان، ص:۲۹۔۳۰، پبلیکیشنز ڈویژن منسٹری آف انفارمیشن اینڈ براڈ کاسٹنگ گورنمنٹ آف انڈیا جون ۱۹۷۱ء۔

۵- خلیق احمد نظامی، سرسید کی فکر اور عصر جدید کے تقاضے، ص:۳۸، انجمن ترقی اردو ہند نئی دہلی ۱۹۹۳ء۔

۶- سرسید احمد، خودنوشت حیات سرسید (ضیاء الدین لاہوری) ص:۲۵۶، مطبوعہ جنگ پبلیشنز۔

۷- سرسید احمد خان اوران کا عہد، ص:۲۵۰۔ ۸- سرراس مسعود (مرتب) خطوط سرسید، ص:۳۹، بدایوں ۱۹۲۲ء

۹- ملک فضل الدین (مرتب) سرسید کے مضامین، تہذیب الاخلاق لاہور، ص:۴۲۹، ۱۳۲۳ھ۔

۱۰- لیکچروں کا مجموعہ، ۲۲ر جنوری ۱۸۸۳ء، بمقام لدھیانہ صفحہ ۱۵۹۔

۱۱- الطاف حسین حالی، حیات جاوید، ج:۱، ص:۳۰۳۔۳۰۴، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی۔

۱۲- سرسید کی فکر اور عصر جدید کے تقاضے، ص:۴۷۔

محمد اسرار مدنی
رفیق المؤتمر المصنفین

تبلیغی جماعت کا بحران اور اکابر کا لائحہ عمل

تبلیغی جماعت برصغیر پاک وہند کی سب سے بڑی اصلاحی اور دعوتی تحریک ہے، جس میں ہر رنگ، نسل، اور طبقے کے لوگوں کیلئے Space رکھا گیا، اس تحریک کے بانی مولانا محمد الیاس کاندھلوی مرحوم اگر چہ دیوبندی فکر کے حامل بزرگ تھے مگر مجموعی طور پر اسے فرقہ واریت کی آلائشوں سے دور رکھا گیا، البتہ مسلم معاشروں میں مسلکی شناخت کی تحریکات کے زور پکڑنے کے بعد یہ تحریک بھی ''دیوبندی'' کہلانے لگی، گزشتہ عرصے میں جماعت کو کئی آزمائشوں سے گزرنا پڑا، تیسری نسل کی الیاسی روایت سے سطحی وابستگی، جماعت کی عالمگیر شہرت، اشرافیہ کی شمولیت، حب جاہ وحب مال وہ بنیادی عوامل تھے جس کی وجہ سے بعض ممالک میں جماعت کو اندرونی انتشار کا سامنا پڑا، خصوصا ہندوستان میں دونوں فریقوں کے درمیان جو ہوا وہ انتہائی افسوسناک ہے۔ اور اب تک جماعت مسلسل بحران کی شکار ہے۔

جماعت کو بحرانوں سے نکالنے میں پرانے بزرگوں کا کردار

مگر ان تمام بحرانوں سے نکلنے اور اجتماعیت کی راہ ہموار کرنے کیلئے جماعت کے پرانے بزرگوں کا غیر معمولی کردار رہا، میرے والد مرحوم بھی جماعت سے تقریبا نصف صدی وابستہ رہے، لہذا اکابرین تبلیغ سے تعلق، جماعتی نظم ونسق سے آگہی ابتدا شعور سے تھی، پچھلے دنوں کتابوں کی الماری میں ایک فائل پر نظر پڑی، اٹھائی تو مولانا سعید احمد خان کا مکتوب تھا، انہوں نے حضرت والد اور دیگر بزرگوں کے نام اپریل ۱۹۸۶ء میں لکھا تھا۔

مولانا سعید احمد خان بانی تبلیغی جماعت مولانا الیاس کاندھلویؒ کے دست راست اور رفیق سفر رہے، مخدومی المکرّم حاجی عبدالوہاب صاحب کی طرح انہوں نے بھی اپنی زندگی دعوت وتبلیغ کی لئے وقف کی، مولانا سعید احمد خان صاحب اس دعوتی تحریک کے مزاج و مذاق سے بخوبی واقف تھے، ان کی درجنوں واقعات اور بیسیوں شہادتیں موجود ہیں کہ انہوں نے تمام مسالک اور مسلمانوں کیلئے اس دعوت کی دروازے کھول رکھے، مدینہ منورہ میں ان کی عملی زندگی اسی تحریک میں گزری، روزانہ کی بنیاد پر تمام مکاتب فکر کے علما ومشائخ کو دعوت طعام پر بلانا، تہجد کے وقت چائے وغیرہ کا انتظام کرنا ان کے معمولات کا حصہ رہا، خود میرے والد بھی ان کے ساتھ اس مہم میں برابر شریک رہے۔

آمدم برسر مطلب: مولانا سعید احمد خان کا مکتوب امت مسلمہ کے تمام اصلاحی اور دعوتی تحریکوں کی لئے مشعل راہ ہے، انہوں نے دعوت دین کے اصول وضوابط اور منہج کو جس انداز میں کیا ہے ان پر عمل پیرا ہوکر تبلیغی جماعت، اصلاحی تحریکات سمیت ہم سب اپنے نجی اور اجتماعی بحرانوں سے نکل سکتے ہیں، اور اپنی اصلاح کیساتھ دعوت وتبلیغ کا فریضہ بھی انجام دے سکتے ہیں۔دعوت جیسے عظیم سلسلے سے وابستہ خواتین و حضرات کیلئے اس میں سامان عبرت ہے۔مکتوب ملاحظہ فرمائیں۔

مکرمی ومحترمی..........السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ عمل عظیم اور بہت نازک اصولوں پر قائم ہے،وہ آسان ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی نفس کی اصلاح چاہتے ہیں، اور بہت دشوار ہے ان لوگوں کے لئے جو فقط دوسروں کی اصلاح چاہتے ہیں،

(۱) کبھی اہل شوری میں کسی سے خفانہ ہونا چاہیے،طبعیت کے خلاف کیساہی مشورہ ہو۔

(۲) ہمارے لئے جہاں بھی جانے کا فیصلہ ہوجائے اور کردے انکار نہ کرنا لیکن اپنے حالات امیر اور مشورہ والوں کے ساتھ بیان کردینا۔

(۳) بیوی پر خفانہ ہونا اور نہ ماں باپ سے اور نہ بھائیوں سے بلکہ ہمیشہ صبر وتحمل سے کام لینا۔

(۴) اپنی محنت اور جدوجہد کو ہمیشہ کم سمجھنا۔کبھی زیادہ نہ سمجھنا اور خیال تک نہ آئے کہ میں نے بھی کچھ مال وجان لگایا ہے۔

(۵) اہل علم و اہل ذکر سے محبت کرنا، خواہ تبلیغ میں لگے یا نہ لگے،خواہ وہ موافقت کرے یا مخالفت کرے، انکی خدمت میں تواضع سے پیش آنا اوران کی خدمت میں دعا کیلئے حاضر ہوتے رہنا۔

(۶) کبھی تبلیغ کا علم یا ذکر سے مقابلہ نہ کرنا بلکہ تینوں کو ضروری سمجھنا لیکن علم اور ذکر کو پوری امت پھیلانے کیلئے دعوت کے سوا کوئی عمل نہیں اس لئے اللہ تعالی نے انبیا کو داعی بنا کر بھیجا۔

(۷) اللہ تعالی سے آہ وزاری کے ساتھ دعا مانگنے کی مشق کرنا کسی کو حقیر نہ سمجھنا خواہ کتنا ہی ان پڑھ اور امی ہو اور فقیر ہو،امیروں کو کبھی غریبوں پر ترجیح نہ دینا بلکہ غریبوں کیساتھ بشاشت کے ساتھ ملتے رہنا۔

(۸) مسلمانوں کے کسی طبقے اور کسی مسلک کے کسی فرد کو دعوت سے گریز نہ کرنا اور نہ سمجھنا کہ اگر ایک آدمی مخالفت کرے تو اس سے کیا ہوتا ہے بلکہ ایک کی مخالفت کو بڑی چیز سمجھنا،دیا سلائی کی ماچس کی ایک سلائی بھی پوری دنیا کو جلاسکتی ہے، اسلئے ایک انسان بھی دنیا میں فتنہ برپا کرسکتا ہے۔

(۹) اپنے کام کرنے والوں سے ہمیشہ جڑے رہنا اوران کو اپنے ساتھ جوڑے رکھنا۔غیروں کا جوڑنا جتنا ضروری ہے اپنوں کا اس سے زیادہ جوڑنا ضروری ہے۔

(۱۰) حالات کے اعتبار سے کام کرنے کے طریقے کم وبیش ہوتے ہیں اس کی وجہ سے ایک جگہ پر کام

کرنے والے دوسرے جگہ کے کام کرنے والوں پر اعتراض نہ کریں اسے نہ اپنی اصلاح ہوگی اور نہ دوسروں کی بلکہ اپنے اندر اعتراض کا جذبہ بڑھاتے بڑھاتے عداوت اور انتقام کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے۔ پھر اس کے بعد تکبر و نخوت کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے۔

(۱۱) ایک جگہ کے رہنے والے دوست کسی دوسرے شہر میں جائیں تو وہاں کے پرانوں کو ساتھ لے کر مشورہ کر کے کام شروع کرے۔

(۱۲) اگر دوسری جگہ کے رہنے والوں میں سے اختلاف ہو اور اختلاف آپس کے مشورے دور نہ ہو سکے تو اصل بزرگوں کی طرف رجوع کریں لیکن آپس میں محبت سے ملے جلے رہیں ایک دوسرے سے ناراض نہ ہو ایک دوسرے کے خلاف کہیں بیان نہ کریں۔

(۱۳) بہترین شخص وہ ہے جو اپنے ساتھ ایک کو حکمت عملی اور حسن خلق کے ساتھ جوڑے رکھے۔

(۱۴) دوسری درجہ میں وہ ہے جو ہر ایک کیساتھ جڑ جائے یہ دونوں باتیں وہ کرسکتا ہے جس میں تواضع ہو۔

(۱۵) ہمارے کام میں لچک ہے جس کی وجہ سے ہر ایک کو جوڑ سکتے ہیں شیطان کام کے پرانوں میں سب سے زیادہ عداوت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ اصول کے راستے سے پیدا کرے گا اصول کے نام سے ایک دوسرے کے خلاف ہوجائیں گے، حالانکہ سب سے بڑا اصول آپس کا جوڑ ہے، اگر یہ نہیں تو کوئی اصول نہیں چل سکتا۔

(۱۶) سب سے بڑی بے اصولی آپس کا تفرق ہے جو اپنے نفس کی اصلاح سے غافل نہ ہو اور شیطان و نفس کے مکر و فریب میں نہ آئے اور دنیا سے دھوکہ نہ کھائے۔

(۱۷) اچھے اخلاق والا وہ ہے جو ہر ایک کو نفع پہنچائے دوست ہو یا دشمن موافق ہو یا مخالف، امیر ہو یا غریب ہو اور عقل مند وہ ہے جو حال کے حکم کو پہچانے اور موقعہ شناس ہو مردم شناس ہو، اللہ تعالی کی مرضی کا صحیح طالب ہو، ہم سب کچے ہیں، پختہ وہ ہے جو کام میں موت تک جمے رہے خواہ کوئی اس کے قدر کریں یا نہ کریں، اس سے حسن ظن رکھے یا بدظنی، خواہ کام کے ذمہ دار بزرگ بھی اس سے بدظن ہوجائے مگر وہ کسی سے بدظن نہ ہوجائے خواہ وہ سب اس کو چھوڑ دے مگر یہ کسی کو نہ چھوڑے اور یوں کہے ہم نہیں چھوڑیں گے کسی کو خواہ وہ سب اس کو چھوڑ دیں۔

یہ سارے صفات انبیا کے ہیں، اس لئے اس کام کو بزرگوں کی نسبت سے نہ کریں اور قرآن و حدیث کے نصوص میں سے غور و فکر سے کرتے رہے کہ یہ کام کتنا اہم اور کتنا ضروری ہے، اور اللہ تعالی سے دعاؤں کے ذریعے اس کام کو اپنے اوپر کھلوالیں، بس اللہ تعالی جس پر کھول دے وہی پرانا ہوجاتا ہے اور وہی پختہ ہوجاتا ہے خواہ وہ تقریر کرنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو خواہ وہ امی ہو یا عالم۔۔۔ والسلام: از طالب دعا مولانا سعید احمد خان

مولانا جہانگیر حقانی
فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مسلمان کی تعریف اور تکفیر کی حرمت

پاکستان میں جب بھی ہم فرقہ واریت کی بات کرتے ہیں تو سب سے پہلے یہ مسئلہ درپیش ہوتا ہے کہ مسلمان کی متفقہ تعریف کیا ہے؟ کون مسلمان ہے؟ اور کون نہیں؟ اس مسئلے کا بہترین حل آئین پاکستان ہے جس میں مسلمان کی تعریف پر تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام اور سیاسی قائدین کا اتفاق رہا ہے۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے سب سے پہلے پارلیمنٹ میں مسلمان کی تعریف پیش کی۔ جس پر تمام مکاتب فکر کے علماء ومشائخ سمیت ارکان پارلیمنٹ نے اتفاق کیا۔

آئین پاکستان کی دفعہ کے مطابق مسلم سے مراد ایسا شخص ہے جواللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدت وتوحید، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ کے آخری پیغمبر ہیں، کے خاتم النبین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہواور کسی بھی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم نہیں کرتا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کے نبی ہونے کا دعوی کرتا ہو یا دعوی کیا ہو۔ اور غیر مسلم سے مراد ایسا شخص ہے جو مسلم نہ ہواور اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص، یا کوئی بہائی اور جدولی ذاتوں میں سے کسی سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہیں۔ مسلمان کی اس تعریف پر تمام مسالک کے اکابرین علماء متفق ہیں اور آئین پاکستان پر ان کے دستخط موجود ہیں۔

☆ 1952ء کی متحدہ علماء کمیٹی، متحدہ مجلس عمل، ملی یکجہتی کونسل، اتحاد تنظیمات مدارس اور دیگر اتحاد میں تمام مسالک کے اکابرین ہمیشہ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے۔

☆ مسلمانوں کے یہ فرقے اسلام کے بنیادی اعتقادات جیسے توحید ورسالت، وحی، آسمانی کتابوں کے نزول، آخرت، ملائکہ کے وجود، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت، تقدیر اور بنیادی ارکان جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی فرضیت پر یقین اور ایمان رکھتے ہیں۔

کلمہ گو کو کافر قرار دینے کی ممانعت

☆ جس شخص نے کلمہ پڑھ لیا اسے کافر کہنا کسی طرح درست نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جس شخص نے بھی کسی بھائی کو کہا کہ اے کافر! تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہو گیا۔(صحیح مسلم: ٦٠)

☆ حدیث شریف میں ارشاد ہے: اگر کسی نے دوسرے کو کافر کہا، تو ان میں سے ایک نے کفر کیا۔ اگر دوسرا شخص کافر ہے تو اس کے ساتھی نے درست بات کہی، اور اگر وہ ایسا نہ تھا جیسا اس نے کہا (یعنی اگر وہ کافر نہ تھا) تو کافر کہنے والا کفر کیساتھ لوٹا (صحیح مسلم: ٢٠)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین باتیں ایمان کی بنیاد میں سے ہیں۔ جو لا الہ الا اللہ کہے اسے تکلیف نہ دینا، کسی گناہ کی وجہ سے اس کی تکفیر نہ کرو اور نہ ہم اسے کسی عمل سے اسلام سے نکالیں (سنن ابی داود: کتاب الجهاد، باب الغزو مع ائمة الجور، ص ٣٥٠، ج ١، مکتبه حقانیه)

امام ابوحنیفہؒ اور مناظرہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں امام ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کو مناظرہ کرتے دیکھا تو ان کو منع کر دیا۔ آپ کے صاحبزادے نے کہا کہ آپ خود تو یہ کام کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہم بات اس طرح کرتے ہیں کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ تم مناظرہ کرتے ہو تو تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا کفر چاہتا ہے۔ جو اپنے ساتھی کے لیے کفر کا ارادہ کرے وہ خود کافر ہو جاتا ہے (فتاوی النوازل، ص: ٨٦، امام ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراهیم سمرقندی، دار الکتب العلمیه بیروت، لبنان)

علمائے امت نے صراحت کی ہے کہ کسی مسلمان سے کوئی ایسا قول و فعل سرزد ہو جس میں ننانوے احتمالات کفر کے اور صرف ایک احتمال صحیح نکلتا ہو تو حسنِ ظن رکھتے ہوئے اس ایک صحیح احتمال کی بنیاد پر اسے مسلمان کہا جائے گا اور اس پر کفر کا فتویٰ عائد نہیں کیا جائے گا۔

علمائے کرام اس بات میں تو علمی طور پر اختلاف کرتے ہیں کہ کسی کو کافر قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ مگر سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی شخص کو محض اس کے کفر کی وجہ سے قتل کرنے کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ کسی نظریہ یا عقیدہ کی تکفیر کرنا ایک الگ معاملہ ہے اور کسی شخص یا گروہ کو کافر قرار دینا ایک الگ مسئلہ ہے۔ علمائے دین کلماتِ کفر کو کفر قرار دے سکتے ہیں مگر کسی شخص نے کفر کا ارتکاب کیا ہے یا نہیں اس کا

فیصلہ قاضی یا عدالت کرے گی۔

فقہی اختلاف تکفیر کا باعث نہیں

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ فقہی اختلافات تکفیر کا باعث نہیں بنے اور کسی نے فقہی اختلاف کی بنیاد پر ایک دوسرے کو کافر نہیں کہا، مثلاً نماز اور دیگر عبادات کی ادائیگی کے طریقہ کار میں اختلافات وغیرہ۔ مسالک کے درمیان بعض اوقات قرآن وحدیث کی تاویل وتفسیر میں فرق ہوتا ہے۔ ایک مسلک نے قرآن وحدیث سے ایک طرح کا حکم لیا ہے اور وہ اس پر عمل کررہے ہیں، جبکہ دوسرے مسلک نے دوسری طرح کا حکم لیا ہے اور وہ اس پر عمل کررہے ہیں۔ اس میں جتنی ہم آہنگی ہوسکتی ہے وہ اچھی ہے اور جہاں نہیں ہوسکتی وہاں اپنے نقطۂ نظر پر عمل کرنا ہی مناسب ہے۔ اختلاف میں کوئی حرج نہیں لیکن تناؤ، قتل وغارت اور تشدد کی کیفیت نہیں ہونی چاہیے۔

علمی اختلاف رحمت ہے

وہ اختلاف جس کی نوعیت علمی وتحقیقی ہے وہ برا نہیں بلکہ قابلِ تعریف ہے، یہ اختلاف بلاشبہ باقی رہنا چاہیے کہ زندگی کی علامت اور علم واستدلال کے لیے مہمیز ہے، لیکن ایسا اختلاف جس کی عمارت دوسرے سے نفرت، اسے باطل، بدعتی اور کافر وگستاخ قرار دینے جیسی خطرناک بنیادوں پر کھڑی ہوئی ہے۔ یہ باعثِ رحمت اختلاف کو بھی زحمت اور عذاب میں بدل دیتا ہے۔

فقہی اور فروعی اختلافات فتنہ وفساد کا باعث نہ بنیں

یحییٰ بن سعید انصاری رحمۃ اللہ علیہ جو جلیل القدر تابعی ہیں، فرماتے ہیں: اہل علم وسعت اختیار کرنے والے ہوتے ہیں، اس لئے ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ چنانچہ ایک ہی چیز کو ایک عالم اور مفتی حلال قرار دیتا ہے اور دوسرا اسے حرام قرار دیتا ہے، اس لئے نہ تو پہلا دوسرے کو برا کہتا ہے اور نہ ہی دوسرا پہلے کو۔ (سیر اعلام النبلاء ٥/٤٧٤-٤٧٤) تحقیق : شعیب الأرنوؤط، طبع دوم الرسالۃ

امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے یہ جو کچھ ہے ایک رائے ہے جس پر ہم کسی کو مجبور نہیں کرتے اور نہ ہی یہ کہتے ہیں کہ کسی (دوسرے مجتہد) پر اسے قبول کرنا لازمی ہے، جسکے پاس اس سے بہتر کوئی بات ہو اور وہ لے آئے (یعنی ہم اسے بخوشی قبول کرلیں گے) (الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء مالك والشافعی وأبی حنیفہ للحافظ ابن عبد البر (ت ٤٦٣ھ ، ص ١٤٠ ، دار الکتب العلمیہ بیروت)

تاریخ کی تعبیر اور موجودہ مسالک

صدر اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد خلافت کے معاملے کا فیصلہ جس طرح سے ہوا، اس پر مختلف مسالک کے پاس کیا دلائل ہیں اور کن دلائل میں کتنا وزن ہے، اس سے قطع نظر ہمیں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ یہ معاملات اب تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں اور تاریخ کے واقعات کو ہم اکیلے کیا باہم اتفاق رائے سے بھی نہیں بدل سکتے۔

دین اسلام میں کوئی جبر نہیں

اسلام میں مذہبی منافرت اور انتہا پسندی کی کوئی گنجائش نہیں اور قرآن مجید کی متعدد آیات ایسی روش کی مذمت کرتی ہیں۔ دین اسلام کے اندر کسی قسم کا جبر، تنگی اور سختی نہیں ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرۃ:۲۵۵)

دین میں کوئی زبردستی نہیں بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے۔

ہر انسان کو زندگی کا راستہ وطریق منتخب کرنے میں کلی طور پر آزاد چھوڑ دیا گیا ہے، کسی کو حق حاصل نہیں کہ وہ جبر و زیادتی سے اپنا راستہ اور طریق زندگی دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش کرے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (یونس:۹۹)

اگر تیرا پروردگار چاہتا کہ لوگوں کو مومن بنا دے تو زمین کے سب لوگ ایمان لے آتے، تو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں۔

قرآن حکیم میں ایک مقام پر رسول کریم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا:

وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف:۲۹)

اور فرما دیجئے کہ یہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کردے۔

اسلام دین میں شدت اختیار کرنے سے منع کرتا ہے، فرمایا:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ (المائدۃ:۷۷)

کہہ دو اے کتاب والو، اپنے دین میں ناحق شدت اختیار نہ کرو۔ اور ایسے پہلے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو جو خود بھی گمراہ ہوئے اور بہت سے دوسروں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔

مولانا حامد الحق حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

دارالعلوم کے شب و روز

حضرت مولانا مہتمم صاحب مدظلہ کا دورہ مصر

۲۲۔ نومبر کو حضرت مہتمم صاحب شیخ الازہر ڈاکٹر محمد طیب صاحب کی دعوت پر جامعۃ الازہر مصر قاہرہ گئے اور وہاں عالمی اسلامی کانفرنس مجمع الفقہ الاسلامی کے زیر قیادت شرکت کی۔ وہاں مولانا مدظلہ نے معروف شخصیات سے ملاقاتیں بھی کیں۔ کانفرنس میں عالم عرب سمیت مصر کے اہم رہنماؤں نے بھی شرکت کی۔ اس موقع پر وفاق المدارس کے سیکرٹری جنرل قاری حنیف جالندھری اور مولانا سید احمد شاہ صاحبان بھی ان کے ہمراہ تھے۔

وزیر اعلیٰ صوبہ خیبر پختونخوا جناب پرویز خٹک صاحب کی دارالعلوم آمد

۱۲ نومبر کو دارالعلوم کی نئی زیر تعمیر جامع مسجد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور نئی جدید دارالحدیث ریس کا تفصیلی معائنہ کیا اور دارالعلوم میں جاری تعمیراتی کاموں کے معیار کو سراہا، بعد میں مولانا مدظلہ کے ہاں ان سے صوبائی وملکی و بین الاقوامی امور پر تبادلہ خیال کیا۔

جناب عمران خان کی حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات

۲۰ نومبر کو اسلام آباد میں پاکستان تحریک انصاف کے چیئرمین جناب عمران خان صاحب نے اسلام آباد میں مولانا مدظلہ سے ملاقات کی۔ ملاقات میں راقم کے علاوہ برادرم مولانا راشد الحق، جناب پرویز خٹک وزیر اعلیٰ کے پی کے، جناب وزیر اطلاعات شاہ فرمان اور مولانا سید یوسف شاہ بھی ہمراہ تھے۔ یاد رہے کہ اس سے قبل بھی جناب عمران خان صاحب، وزیر اعلیٰ کے پی کے جناب پرویز خٹک صاحب اپنی حکومت سے پہلے بھی کئی مرتبہ دارالعلوم تشریف لا چکے ہیں اور اپنی صوبائی حکومت کے اسلامائزیشن کے پروگرام اور دیگر کئی اسلامی امور واقدار میں دارالعلوم حقانیہ کی سرپرستی معاونت طلب کر چکے ہیں اور کئی اہم دینی مثبت تبدیلیاں عمل میں لا چکے ہیں جو اس سے قبل صوبائی اسپیکر جناب اسد قیصر صاحب کی دارالعلوم آمد کے موقع پر الحق میں تفصیل سے شائع ہو چکے ہیں۔

حضرت مہتمم صاحب دورہ صوابی

۲۸۔اکتوبر کو حضرت مولانا محمد طیب طاہری امیر اشاعت التوحید والسنہ کی دعوت پر سالانہ اجتماع میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ تشریف لے گئے اور تفصیلی خطاب فرمایا۔اس موقع پر اسپیکر صوبائی اسمبلی اسد قیصر،معروف تجزیہ کار میجر (ر) عامر،معروف صحافی سلیم صافی،وغیرہ بھی موجود تھے۔بعد میں دارالعلوم کے مفتی وشیخ الحدیث حضرت مولانا محمد فرید کی یاد میں سالانہ اجتماع سے خطاب فرمایا،اجتماع میں ملک بھر سے حضرت مفتی صاحبؒ کے خلفاء ومریدین جمع سمیت دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فضلاء اور علاقہ کے جید علماء کرام بھی موجود تھے۔

مغربی ریسرچ سکالر کی مولانا مدظلہ سے ملاقات

اکتوبر میں مغربی ریسرچ سکالر کم غناس نے حضرت مولانا مدظلہ سے انکی رہائشگاہ پر ان سے اسلام اور مغرب کے بارہ میں تفصیلی گفتگو وشنید کی ان کے ہمراہ بی بی سی اسلام آباد کے نمائندے ندائے نور ناصر بھی تھے۔

جمعیت علماء اسلام کی مجلس عاملہ کا اجلاس

۱۳ نومبر کو جمعیت علماء اسلام کی مرکزی مجلس عاملہ اور صوبوں کے امراء ونظماء کا اجلاس دارالعلوم حقانیہ میں منعقد ہوا جس کی صدارت حضرت مولانا سمیع الحق نے کی۔اجلاس میں ملکی سیاسی صورت حال اور جاری بحران پر غور کیا گیا۔متحدہ مجلس عمل کی بحالی اور مذہبی سیاسی جماعتوں کے اتحاد کے حوالے سے لائحہ عمل طے کرنے کے لئے تفصیلی غور وخوض کیا گیا۔

فاٹا یوتھ قبائلی جرگہ کی دارالعلوم آمد

۱۸ نومبر فاٹا یوتھ قبائلی جرگہ کے مرکزی عہدہ داروں نے دارلعلوم میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات کی،اور فاٹا کے مسئلہ پر حضرت مولانا مدظلہ کے مبنی برحق موقف اور تائید پر شکریہ ادا کیا،بعد میں ممبران وفد نے فرداً فرداً کے پی کے سے قبائل کے انضمام کے مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

اقراء روضۃ الاطفال کی جلسہ دستار بندی

۲دسمبر کو کنڈر نوشہرہ میں اقراء روضۃ الاطفال کی تقریب دستار بندی وختم قرآن میں شرکت کی ،اور جدید تعلیم کی اہمیت کے ساتھ ساتھ قرآن فہمی پر تفصیلی خطاب فرمایا،اس موقع پر اقراء روضۃ لاطفال کے ذمہ داران بھی شریک تھے۔

۶۔دسمبر کو جمعیت کی شوریٰ کا اجلاس حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی صدارت میں پشاور کے پردہ

باغ میں منعقد ہوا جس میں چاروں صوبوں اور فاٹا سے مرکزی شوریٰ کے ممبران نے شرکت کی
۷ دسمبر کو پشاور میں قبائلی جرگہ کا انعقاد کیا گیا جس کی صدارت مولانا مدظلہ نے فرمائی۔
۸ دسمبر کو حضرت مولانا سمیع الحق نے امریکی صدر ٹرمپ کے خلاف اور بیت المقدس کی آزادی کیلئے ایک عظیم الشان مظاہرے کیا جو دارالعلوم حقانیہ سے شروع ہو کر شہر کے بازاروں اور جی ٹی روڈ سے گزرتے ہوئے باچا خان چوک میں ایک عظیم جلسہ کی شکل اختیار کر گیا جسمیں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ کی مصروفیات:

☆ ۱۶ نومبر مسئول وفاق المدارس بونیر کی دعوت پر ڈگر کے قریب بمقام الغاپور بونیر کے دو سو سے زیادہ مدارس کے کنونشن میں شرکت کی اور علماء وطلباء جو سینکڑوں تعداد میں جمع تھے، آپ نے علم دین کی فضیلت اور شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ رحمۃ کے وفاق کیلئے خدمات پر روشنی ڈالی۔

☆ ۲۹ نومبر کو پانچوں وفاقوں سے ملحق بعض علماء نے وفد کی شکل میں پشاور میں چیف آف آرمی سٹاف جنرل محمد جاوید باجوہ سے ملاقات کی، جنرل صاحب نے تفصیل سے ملکی، بین الاقوامی حالات اور خصوصاً سعودی عرب اور ایران کے دوروں پر خود تفصیلی بریفنگ دی، علماء کے کردار کو سراہا جس کے بعد علماء سے سوالات کرنے کا فرمایا۔ نائب مہتمم حضرت مولانا انوارالحق نے بھی اظہار خیال فرمایا، علماء کی ہر تجویز کو انتہائی غور و ذوق سے سنا اور انکے تفصیلی جوابات دیئے۔ وفاق کو درپیش مشکلات سے آگاہ کیا گیا۔ جنہیں حل کرنے کا فرمایا، ملاقات کا سلسلہ ڈھائی گھنٹہ تک جاری رہا۔ ملاقات میں حافظ مولانا سلمان الحق حقانی بھی موجود تھے۔

☆ یکم دسمبر کو بمقام بھگن کرم ایجنسی میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتماع میں نائب مہتمم مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ نے شرکت کی، ہزاروں علماء عوام کی موجودگی میں آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے موضوع پر تفصیلی تقریر کی، بعد میں نماز جمعہ کا خطبہ بھی آپ نے پڑھایا، ایجنسی کے تمام پولیٹکل حکام اس موقعہ پر شریک رہے۔

☆ ۳ دسمبر جامعۃ الرشید ٹرسٹ کراچی کے چالیس رکنی طلباء نے دورہ حدیث جامعہ حقانیہ دیکھنے اور اساتذہ و شیوخ سند اجازہ حاصل کرنے کیلئے یہ طویل سفر اختیار کیا۔ جامعہ حقانیہ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کے درس ترمذی اور شیخ الحدیث مولانا انوارالحق کے درس بخاری میں شرکت کر کے انہیں دونوں کی اسناد حدیث دی گئیں۔

مولانا محمد اسلام حقانی
رکن موتمر المصنفین

تعارف وتبصرہ کتب

- **تحفة اللبيب فی شمائل الحبيب پشتوشرح شمائل الترمذی**

تالیف: حضرت مولانا امین الحق حقانی گستوئی مدظلہ مرتب: مولانا محمد طاہر شاہ حقانی
ضخامت: ۹۱۲ صفحات (۲ جلد) ناشر: جدید مکتبہ رشیدیہ محلہ جنگی پشاور

حدیث کی جلیل القدر کتاب شمائل الترمذی کی اہمیت اہل علم سے مخفی نہیں، اہل علم کے ہاں یہ ایک متداول کتاب ہے، جس کو پوری اسلامی دنیا میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ہر جگہ اس مبارک کتاب کی دروس کا سلسلہ جاری ہے، خاص کر برصغیر کے تمام مکاتب فکر کے مدارس میں دورہ حدیث کے نصاب کا حصہ ہے قدیم سے لے کر اب تک مختلف زبانوں میں اہل علم نے اس کی بکثرت شروحات لکھی ہے اور تاہنوز اس کی شروحات لکھی جارہی ہے، ہر شارح اور محقق کا اپنا ایک طرز ہوتا ہے وہ اسی طرز پر اسکی دلنشین تشریح پیش کرنے کی سعی وکوشش کررہے ہوتے ہیں، پشتو زبان میں شمائل ترمذی کی شروحات کی تشنگی اور کمی محسوس کی جارہی تھی، مولانا امین الحق حقانی گستوئی مدظلہ نے اس کمی اور تشنگی کو محسوس کرتے ہوئے اس پر کام کا آغاز کیا اب ان کی محنت بارآور ثابت ہوکر پشتو زبان میں اس موضوع پر ایک وقیع اضافہ کردیا۔ مولانا امین الحق حقانی ژوب بلوچستان سے تعلق رکھتے ہیں، جامعہ حقانیہ کے قدیم فضلاء میں ان کا شمار ہوتا ہے، علم وتحقیق کا ذوق رکھتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی ان کی کئی کتابیں منظر عام پرآ کر اہل سے علم سے داد تحسین وصول کرچکے ہیں، جس میں ذ قرآن عجائب، الفتح المبين شرح مفيد الطالبين، زاد الفقير شرح نحومير، فضائل ومسائل جمعه، تاریخ حرم کا تحقیقی جائزہ، قابل ذکر ہے۔

زیر تبصرہ کتاب تحفة اللبيب فی شمائل الحبيب پشتو زبان میں شمائل ترمذی کا ایک جامع اور سہل ترین شرح ہے، اس شرح کی خصوصیات میں" ہرحدث کا عام فہم پشتو ترجمہ"،" ہرحدیث کی دلنشین تشریح"،" مقام کی مناسبت سے اشعار سے تفہیم"" مستند حوالہ جات سے ٹھوس دلائل کا ورود" قابل ذکر ہے۔

اس کے علاوہ مصنف نے علوم ومعارف، حقائق ودقائق، احادیث مبارکہ کے اسرار رموز، جمال انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مناظر اور ہمہ جہتی علوم وفنون کے موتیوں سے اس گلدستہ کو سجایا ہے، یہ گنج گرانمایہ

سے کم نہیں تمام اہل علم خصوصاً دورہ حدیث کے طلبہ کے لئے ایک انمول تحفہ اور قیمتی سوغات ہے۔

امید ہے کہ اہل علم اس کی قدر کر کے اس کے مطالعے سے اپنے آپ کو مستفید کروائیں گے، کتاب کی تدوین وترتیب کی ذمہ داری ان کی فرزند ارجمند مولانا ظاہر شاہ حقانی نے بخوبی نبھائی ہے، یہ کتاب ان کی حسن ذوق کا آئینہ دار ہے، اللہ تعالیٰ اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائیں۔

- **مقالات سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ...... تالیف: ڈاکٹر حافظ سید خالد محمود ترمذی**

ضخامت: ۲۸۸ صفحات قیمت: ۵۰۰ ناشر: حسن قلم پبلیکیشنز لاہور...... 03004717801

سیرت طیبہ ایک ایسا موضوع ہے کہ ہر ایک کا جی چاہتا ہے کہ میں اس موضوع پر کچھ نہ کچھ لکھ سکوں، اس مبارک سلسلہ میں غالباً ہر قلم کار، ہر مصنف، ہر کالم نگار اور ہر لکھاری نے یہ کوشش کی ہے اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ نہ کچھ لکھا ضرور ہے۔ڈاکٹر حافظ سید خالد محمود ترمذی صاحب بھی ان ہی قلم کاروں، اور مصنفین میں سے ہیں جو سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھنے کی مہارت بھی رکھتے ہیں اور تجربہ بھی انہوں نے بھی اس موضوع پر خوب لکھنے کی کوشش کی ہے۔زیر تبصرہ کتاب "مقالات سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" موصوف کی تصنیف لطیف ہے، جس میں انہوں نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلوؤں پر دلنشیں انداز میں سیر حاصل بحث کیا ہے اور اپنے موضوع اچھی اور بہترین کاوش ہے۔

- **اسوہ حسنہ چند عملی پہلو .... تالیف: سید عزیز الرحمٰن**

ضخامت: ۴۳۲ صفحات قیمت: ۳۹۰ ناشر: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی

اسوہ حسنہ پر عمل کرنا ہمیں کامیابی کی راہ پر گامزن کرنے کا اہم وسیلہ ہے، اس راہ پر عمل پیرا انسان یقیناً کامیاب و کامران و بامراد ہونگے اور اس راہ پر نہ چلنے والا انسان نافرمان، سرکش اور شفاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم ہونگے، یہ ہر مسلمان اور مومن کا عقیدہ ہے، اسوہ حسنہ کیا ہے؟ اسوہ حسنہ سے کیا مراد ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ کیا تھا؟ ان سب سوالات کے جوابات مولانا سید عزیز الرحمٰن صاحب کے زیر تبصرہ کتاب "اسوہ حسنہ چند عملی پہلو" میں ہم ملاحظہ کر سکتے ہیں، مؤلف موصوف سیرت کے موضوع کے حوالے سے نہ صرف پاکستان میں بلکہ برصغیر کے اس پورے خطے میں ایک جانی پہچانی شخصیت ہے۔ اس کاوش میں انہوں نے مختلف مقالات کو اکھٹا کر کے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، اپنے موضوع پر بہترین تصنیف اور قیمتی سوغات ہے۔

● سیرت سیدنا عثمان ذوالنورینؓ .... تالیف: مولانا ابومحمد ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

ضخامت: ۷۱۹صفحات ناشر: دارالسعید رابطہ نمبر 03006379821

امیر المومنین خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت عثمان ذوالنورینؓ تیسرے خلیفہ راشدہ ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد کا شرف بھی انہیں حاصل ہے۔اشاعت اسلام اور دین حنیف کے فروغ اور دفاع دین محمدی کیلئے ان کی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

عرصہ دراز سے بعض فتنہ پرورلوگوں نے حضرت عثمان کی ذات، کردار اور شخصیت کو ہدف تنقید بنا رکھا ہے اور سادہ لوح مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش و مساعی کرنے لگی ہے، ایسی صورتحال میں عوام الناس کی اصلاح اور رہنمائی کیلئے علمائے اہل سنت اور علمائے حق نے ہمیشہ کی طرح حق کی آواز بلند کی اور حضرت عثمان ذوالنورین کی کردار، خدمات اور انکی شخصیت پر بھی بے شمار کتابیں، مقالات اور مضامین تحریر کر کے شبہات اور اعتراضات کا ازالہ کیا، حضرت عثمانؓ کی شخصیت پر لکھنے کا یہ سلسلہ تا ہنوز سلسلہ جاری ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''سیرت سیدنا عثمان ذوالنورینؓ'' اسی سلسلے کی ایک حسین کڑی ہے جسے حضرت مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی جیسے محقق فاضل نے انتہائی عرقریزی سے مرتب کیا ہے۔مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی ایک جید اور قابل مولف عالم دین شخصیت ہیں۔اس سے پہلے بھی انکی کئی نامور کتابیں اہل علم سے داد تحسین وصول کر چکی ہیں۔ یہ انکی تازہ علمی تصنیف ہے جس میں انہوں نے وقت کے تقاضوں کے مطابق نہایت عمدہ اور دلنشین اسلوب اختیار کیا ہے اور حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی حیات و خدمات پر مفصل اور گرانقدر مواد کو اکٹھا کرنے اور اسے خوش اسلوبی سے مرتب کر کے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔۱۲ ابواب پر مشتمل یہ گلدستہ سیرت عثمان ذوالنورینؓ پر ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔ ڈھیر سارے سوالات اور اعتراضات کے مسکت اور مدلل جوابات کا مجموعہ ہے۔ اعتدال پر مبنی تحقیق و بصیرت کی آنکھیں روشن کرنے والی کتاب ہے۔اہل علم کیلئے ایک انمول تحفہ اور عامۃ الناس کیلئے قیمتی سوغات سے کم نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت سے نوازے۔

● جب قافلے حرم کو چلے......مولانا عمر بن سعید احمد راشدی ضخامت:۷۱۳صفحات

ناشر: چوہدری ندیم حسین، چوہدری انور مارکیٹ سی ایم ایم روڈ محمدی بازار جہلم کتب:03009524077

حج اسلام کا پانچواں بنیادی رکن ہے اور یہ رکن سب ارکان مبارکہ سے الگ و انوکھا ہے، بایں طور پر کہ حج تمام قسم عبادتوں کا مجموعہ ہے، اس میں مال بھی خرچ ہوتا ہے اور جسم کو مشقت بھی کرنا پڑتی ہے اور راہ کی صعوبتیں بھی جھیلنا پڑتی ہے، حج و عمرہ کے مسائل اور حرمین شریف کی تاریخ پر ہر زمانے اور ہر علاقے کے

بے شمار اہل علم وقلم نے قلم اٹھایا ہے۔ اگر چہ اس قسم کی کتابوں سے اردو کی دامن خالی نہیں تھا، لیکن وقت کے گزرنے کیساتھ ساتھ نت نئے مسائل پیش آتے رہتے تھے تو اہل علم وقلم بھی اس اسلوب اور انداز میں لکھتے رہتے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب "جب قافلے حرم کو چلے" مولانا عمر بن سعید احمد راشدی حفظہ اللہ کی ایک بہترین کاوش ہے، یہ اس موضوع پر ایک منفرد مجموعہ ہے جو اہل علم کے لئے مطالعے کی چیز ہے، اس کتاب کی اہمیت و ضرورت کیا ہے؟ اسکا مطالعہ کیوں ضروری ہے؟ اس قسم کے سوالات کے جوابات کیلئے قاری کیلئے خود کتاب کو ضرور دیکھنا پڑیگا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس علمی گلدستہ کو شرف قبولیت سے نوازے۔

● صلوا کما رایتمونی اصلی …… تالیف: مولانا عمر بن سعید احمد راشدی

ضخامت: ۳۶۸ صفحات ناشر: چوہدری ندیم حسین، چوہدری انور مارکیٹ سی ایم ایچ روڈ محمدی بازار جہلم کینٹ

نماز اسلام کا بنیادی رکن ہے، ایمان کے بعد سب اہم اور مقدم فریضہ نماز ہی ہے، جب نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق پڑھا جائے تب وہ عنداللہ قبولیت سے نوازا جائیگا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز کیا ہے؟ یہ ایک اہم سوال ہے اس اہم سوال کو حل کرنے اور اس کا مفصل، محقق اور مستند جواب کیلئے ہر زمانے اور ہر زبان میں بے شمار اہل علم نے قلم اٹھایا اور دنیا کے سامنے بے شمار تصنیفات پیش کیں اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے اس حسین سلسلہ کی ایک کڑی مولانا عمر بن سعید احمد راشدی کی کاوش صلوا کما رایتمونی اصلی بھی ہے جو نہایت سادہ اور عام فہم زبان میں لکھی گئی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب صلوا کما رایتمونی اصلی میں مولف موصوف نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ نماز کو دلنشین اور مختصر انداز میں مستند روایات کی روشنی میں پیش کیا ہے، کلام اللہ، کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال سلف سے مزین یہ علمی گلدستہ تمام مسلمانوں کیلئے ایک قیمتی سوغات اور انمول تحفہ سے کم نہیں۔

● ایک اسلامی سکول کے خدوخال تالیف: ڈاکٹر محمد امین (تحریک اصلاح تعلیم)

ضخامت: ۱۹۵ صفحات قیمت: ۱۰۰ روپے ناشر: مکتبہ البرہان ۳۸۹ نیلم بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

ڈاکٹر محمد امین صاحب علمی و تحقیقی دنیا کے معروف و مشہور محقق ہیں، کئی کتابوں کے مصنف، ماہنامہ "البرہان" لاہور کے مدیر اعلیٰ، تعلیمی امور کے ماہر، نظام و نصاب تعلیم کے نامور محقق کے طور پر جانی پہچانی شخصیت کے مالک اور ایک راسخ العقیدہ مسلمان عالم دین بھی ہیں۔ کافی عرصہ سے وہ اسلامی نظام و نصاب تعلیم کے نفوذ و نفاذ کیلئے مساعی اور جدوجہد فرمارہے ہیں۔ زیر تبصرہ کتابچہ "ایک اسلامی سکول کے خدوخال" بھی اس مساعی و جدوجہد کا ایک نمونہ ہے، اس میں انہوں نے اسلامی سکول کے خدوخال پر عالمانہ وفضلانہ روشنی ڈالی ہے۔ اپنے موضوع پر اچھا رسالہ اور بہترین کاوش ہے۔